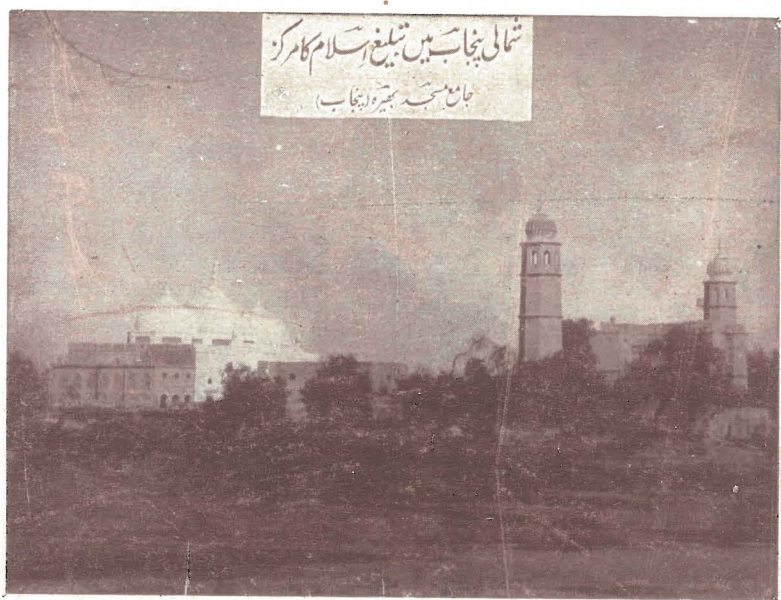


شمس الاسلام

ماہنامہ



شمالی پنجاب میں تبلیغ اسلام کا مرکز
جام مسجد بہترہ (پنجاب)

تحت ادارہ
حضرت مولانا ظہور احمد صاحب گوی
نائب مدیر
افتخار احمد گوی
سالانہ چندہ
ڈیڑھ روپیہ
امیر حزب الانصار مجید
پنجاب



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ماہنامہ

شہادۃ الاسلام

مقام اشاعت :-

جامع مسجد بھیرہ

سلا ندچند کا غیر - مکبر کا عا ملک غیر عکا

نمبر ۴

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۹ء مطابق صفر المظفر ۱۳۵۸ھ

جلد ۱

نمبر صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۲	ابوالنور مولوی محمد فاضل صاحب کوٹلی	۱ باب التفسیر (معارف قرآنیہ)
۷	۲ باب الحدیث (حیات انبیاء علیہم السلام)
۱۰	مولانا محمد حنیف صاحب بکاؤنٹن ٹاؤن	۳ باب الفقہ (تحقیق المسائل)
۱۴	ادارہ	۴ حزب الانصار کی سالانہ کانفرنس
۱۷	مولوی یحیٰی نور محمد صاحب لکھنؤ خدوم ضلع جھب	۵ تاثرات قلبی
۱۹	مولانا محمد سجاد صاحب نائب میر نریت بہار	۶ مسودہ نظارت امور شرعیہ
۲۱	مولوی حبیب اللہ صاحب اترسری	۷ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع آسمانی
۱۱۳ تا ۱۲۸	حضرت مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب گیارہ	۸ کشف التلبیس جلد دوم بسلسلہ اشاعت
		۱۰ گذشتہ

اس جگہ سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک ارسال فرمائیے۔
منیچس

باب التفسیر

معارف قرآنیہ

(از اساتذہ مولانا بکرت علی صاحب شتی راست فیوضہم - مزیہ ابو انور محمد فاضل صاحب کوٹلی)

پہلی آیت **وَالَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا** الایہ مکنتہ تشبیہ اور تمثیل میں فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں تین چیزیں ہوتی ہیں مشبہ یعنی جس کو تشبیہ دی جاوے۔ مشبہ بہ جس کے ساتھ تشبیہ دی جاوے۔ وچہ تشبیہ جو صفت دونو کے درمیان مشترک ہو۔ اور تمثیل میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے در
۱۔ تمثیل۔ تمثیل دینے والا۔ ۲۔ ممثیل۔ تمثیل دیا گیا۔ ۳۔ تمثیل بہ جس کے ساتھ تمثیل دی جاوے۔
۴۔ ممثیل لہ جس غرض کے لئے تمثیل دی جاوے۔

اس مقام میں تشبیہ نہیں بلکہ تمثیل ہے۔ اس میں تمثیل ذات باری تعالیٰ ہیں ممثیل منافق ہیں
ممثیل بہ الذی استوقد ناراً اور صیب میں گھرا ہوا آدمی تمثیل لہ عدم انتفاع ہے۔

تشریح کہ اللہ تعالیٰ تمثیل دے کر فرماتے ہیں جس طرح ایک شخص آگ جلانے والا اندھیری رات میں
آگ جلاتا ہے تاکہ روشنی ہو۔ وہ سردی سے بچے وغیرہ لیکن وہ آگ بجھ جائے۔ وہ اس آگ سے نفع حاصل
نہیں کر سکتا۔ اسی طرح یہ منافق اظہار ایمان زبانی سے نفع حاصل نہیں کر سکتے۔ یا جس طرح اندھیری رات میں
دھار بارش میں بجلی چمک رہی ہو۔ اور اس بارش میں چند آدمی ہوں۔ تو وہ اس بجلی کی روشنی سے
منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح یہ منافق فقط اظہار ایمان سے نجات یافتہ نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ ہر دو تمثیل کا یہ ہوا۔ کہ منافقین کا عدم انتفاع (نفع حاصل نہ کرنا) یا عدم رجحان (انہی
اس تجارت میں نقصان کہ ہدایت دیکر گراہی لے لی) ایسا ہے جیسا کہ لگ جھلانے والا۔ آگ کے بجھ جانے
سے اس کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے جس سے اس کا خوف و خطر دور ہو چکا تھا۔ منافق بھی اظہار
ایمان سے نفع نہیں اٹھا سکتے۔ اور یہ مشتری فضالت بالہدی (ہدایت کے عوض گراہی دینے والے)
اسی طرح غیر ہدایت یافتہ ہیں جس طرح تمثیل ثانی میں موسلا دھار بارش میں گھرا ہوا آدمی رات کی
تاریکی میں بادلوں کے گرجنے کے وقت بجلی کی روشنی سے منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔
ویسے ہی یہ منافق منزل ہدایت تک نہیں پہنچ سکتے۔

پہلی تمثیل کا تعلق عدم رجحان کے ساتھ ہے۔ اور دوسری تمثیل صیب کا تعلق غیر ہدایت یافتہ
ہونے کے ساتھ ہے۔

دوسری آیت :- **وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ** - پارہ دوم

۱۔ تفسیر منظمی :- ان اللہ تعالیٰ یعنی لا ملاحم قوۃ الاجساد فیذہبون من الارض و اسماء و النجہ حیث یشاؤن و یضرون اولیاءہم و یدل مرتن اعداءہم -

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ارواح کو جسموں کی طاقت دیتا ہے۔ وہ زمین آسمان اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ دیہاں سے استمداد کا مسئلہ بھی ثابت ہو گیا۔

۲۔ بزرخ چونکہ حواس سے مدد نہیں۔ اس واسطے لا تشعرون فرمایا۔ اس حیاتی سے اختصاص شہداء کے ساتھ نہیں بلکہ انبیاء کی حیوۃ شہداء کی حیوۃ سے اقویٰ اور اسنیٰ اور آثار کے ظہور میں اشد ہوتی ہے۔ اسی واسطے انبیاء کی ازواج کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی ان کا مال میراث تقسیم کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی شہید کی لاش خاک خوردہ پائے۔ تو سمجھ لے۔ کہ اس شہید کی نیت میں فوق ہوگا جس پر شہادت کا دار و مدار ہے۔

۳۔ صدیق اعلیٰ درجہ پر ہیں شہیدوں سے اور اولیاء الحق ہیں شہداء سے۔ قالت الصوفیۃ العلیۃ ارحنا احبسا دنا و احبسا دنا ارحنا۔ یعنی ہمارے رُوح ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہمارے رُوح ہیں۔

۴۔ منظمی :- ان اجساد الانبیاء و الشہداء و بعض الصالحین لا یاکلھا الارض۔ زمین انبیاء شہداء اور بعض صالحین کے اجسام کو نہیں کھاتی۔

۵۔ یہ حیات شہیدوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ انبیاء اور اولیاء بھی زندہ ہیں۔ بلکہ تواتر سے معلوم ہوا۔ کہ ارواح اولیاء سے نصرت۔ ہدایت۔ فیضان اور تصرفات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان شہیدوں کا ذکر اس لئے ہے کہ جنگ بدر میں جو وہ مسلمان شہید ہوئے۔ لوگ کہنے لگے کہ فلاں لگے۔ فلاں سے دُنیا کی لذتیں فنا ہو گئیں۔ فیت الہی نے تادیب و تنذیر فرمائی۔ کہ ارواح شہداء عرش کے لئے رُکوع و سجدہ کرتے ہیں (خلاصۃ التفاسیر)

۶۔ حدیث شریف میں ہے کہ غازی جب شہید ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک خوبصورت جسم بھیجتا ہے۔ اور اُس کی رُوح سے کہا جاتا ہے کہ اس میں آجا۔ وہ اپنے پہلے جسم کو دیکھتے ہی اس سے باتیں کرتی

ہے اور جانتی ہے کہ وہ جسم اسے دیکھتا ہے۔ اور سنتا ہے۔ اسیثناء میں اس کی زوجہ حوجبت آجاتی ہے اور اسے لے جاتی ہے۔

۷۔ صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں کی روحیں اللہ کے حضور میں سبز جانوروں کے جسد میں ہوتی ہیں۔ جنت میں سیر کرتی پھرتی ہیں۔ پھر عرش معلیٰ کی قندیلوں کے پاس بسیرا کرتی ہیں۔

۸۔ ترمذی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ جنت کے دروازوں پر نہروں کے کنارے شہداء اپنا رزق صبح و شام پاتے ہیں؛ تیسری آیت: **وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا** پارہ چہارم
بلکہ فائدہ ثبوت حیات جسمانیہ انبیاء و شہداء و اولیاء پارہ دوم میں فرمایا تھا۔ لا تقولوا۔
زبان سے مت کہو۔ یہاں فرمایا۔ لا تحسبن یعنی ان کے مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو۔
ہمارے جان نثاروں سے قولاً و فعلاً با ادب رہو +

۹۔ شہید کو بوقت شہادت جراحت کا الم مثل چوٹی کے کاٹنے کے محسوس ہوتا ہے۔ عالم مٹانی میں ان احمیاء شہداء کو دنیا کا علم اور اشتیاق بھی رہتا ہے۔ اور یہ مُردہ بھی ان کو سنایا جاتا ہے کہ مومنوں کے اجر اور دینی خدمت کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ (حقانی)

۱۰۔ لفظ فی سبیل اللہ عام مشتعل من مات فی شئ من امور الخیر غیر ان لفظ القتل لا یشتملہ عبارتاً لکن بدلالة النص یدخل فیہ بطریق الاولیٰ او بالقیاس من جاہل فی سبیل اللہ معہ نفسه جہاداً اکبراً فاند اشدا واشتق من الجہاد الا صخا +

یعنی لفظ فی سبیل اللہ عام ہے۔ جو شتمل ہے اوپر تمام امور غیر کے لیکن لفظ قتل کسی چیز پر شتمل نہیں ہوتا۔ لیکن دلالتہ النص سے ثابت ہے۔ اور قیاس کہ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔ وہ جہاد اکبر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ جہاد زیادہ سخت اور زیادہ مشکل ہے +

۱۱۔ رومی ابن المنذرہ عن طلحہ ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ قال اسردت بانی بالعاقبة فاد بکئی اللیل۔ فادیت الی قبر عبد اللہ ابن عمر بن حزم فسمعت قرأۃ من القبر ما سمعت احسن منھا فجمعت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذلک بھ فقال ذلک عذیرہ الم تعلم ان اللہ قبض امرہ اھم فجعلھا فی قنادیل من زبرجد ویاقوت ثم علقھا وسط الجنة فاذا کان اللیل روت علیھم اطھم فلا تزال کذا کذا حتی اذا طلع الفجر ردت ارجھم الی مکانھا البقی کانت فیھم والشمع لا ینطفئ فی الظلم ولا یاکل الاھن وهذا الفیاء اثراً من آثارنا جیونہ

طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عمرو بن حزم کی قبر سے عمدہ قرأت سنی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ جب ان کے روح قبض کرتا ہے۔ تو زبرد اور یا قوت کی قندیلوں میں ڈالکر وسط جنت میں لٹکا دیتا ہے۔ رات کے وقت ان کی رُوحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں۔ اور طلوع فجر کے وقت پھر اپنے مقام پر واپس آ جاتی ہیں۔ اور شہید قبر میں پوشیدہ نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس کو زمین کھاتی ہے۔ اور یہ بھی اس کی زندگی کے دلائل میں سے ہے۔

چوتھی آیت: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مَكِّي
وَرَاءَ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بَأْزَنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَى
حَكِيمٍ (سوری پارہ ۲۵)

۱۔ اعتراض: جب اللہ تعالیٰ کسی بشر سے آسمان سے کلام نہیں کرتا۔ تو اس سے دوسری مخلوق بشمل ملائکہ و جنات وغیرہ کے کلام کرنے کی نفی ثابت نہیں ہو سکتی۔
جواب: روایت باری تعالیٰ امرِ محیی ہے عقلی نہیں۔ جب تک شارع علیہ السلام یا باری تعالیٰ سے منقول و مسموع نہ ہو۔ ثابت نہیں ہو سکتی۔ جیسے نبوت کا تقرر امرِ محیی و نقلی ہے یعنی جب ایک شارع علیہ السلام یا باری تعالیٰ سے ثابت نہ ہو کہ فلاں شخص نبی ہے۔ تب تک کسی شخص کو نبی نہیں کہا جاسکتا۔ اندر میں صورت بعض جہال محدثین زمانہ موجودہ کا کرشن بدھ زرتشت وغیرہ کو نبی لکھنا یا کہنا جہالت و ضلالت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خلاصہ جواب: دوسری مخلوق ذکر رویت سے بالکل ساقط ہے۔ اور بشر سے عالم آخرت میں دیدار موعود اور اس عالم میں کنایتہ مفقود جس سے کنایتہ ثبوت بھی نکل سکتا ہے۔ چنانچہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت باری تعالیٰ سے مشرف کیا گیا۔ پس دوسری مخلوق کی طرف رویت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر نفی ہے تو رویت مع الکلام کی۔ نہ صرف کلام و صرف رویت کی۔ اور رویت مع الکلام ادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی بھی نہیں۔ اسی واسطے کہ حضور باری تعالیٰ نفی ماسوی اللہ اور فنائے مطلق کا مقصدی اور گفت و شنید مخاطب و موعود کو چاہتا ہے اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام و علی بن ابی طالب رویت مع لقائے خودی خود دُت آرنی سے التجا کی توجب ملائکہ تو انی یعنی اپنی ہستی کو قائم رکھتے ہوئے ہم کو نہیں دیکھ سکتے۔

۲۔ شبہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو

فرمایا۔ کہ تیرا باپ عبد اللہ شہید احد کو بے حجابانہ اللہ تعالیٰ کی ہیکلامی کا شرف حاصل ہوا ہے۔
دفعیہ۔ یہ عالم برزخ میں بعد ان کا کہ روح از جسد غصری ہے اور آیت میں نفی رویت
کی عالم دنیا سے ہے نہ عالم برزخ و عالم رویا سے۔

۱۔ اس آیت میں اقسام وحی کا ذکر ہے۔
اول بطور الہام۔ یعنی بنور قلب مفہوم و مشاہدہ ہو یا اشارات ملک سے معانی کلام باری
مفہوم ہوں۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب جبریل نے میرے دل میں ڈال دیا
کہ ان نفساں تموت حتی تستکمل رزقہا۔ شوق اول سے اولیائے امت کو بھی حصہ
ہے۔ اور شوق ثانی یعنی جبریل علیہ السلام کا قلب میں اتھا کرنا یہ انبیائے کرام خصوصاً حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔

لطیفہ تمہیدیہ برائے قسم ثانی وحی قرآنی نہ مخلوق کیا ہے۔ صور علیہ ازلیہ الہیہ کا عکس ہے
جو آئینہ تخلیق میں پرتو افکن ہے پس عکس اصل کا ایک نظر سے دیکھنا بوجہ اختلاف جہات و تقابل
کے مشکل۔ جب تک عکس مجاز و محدود نظر ہے۔ یہی نظر حضرت باری تعالیٰ کی حقیقت و جمال حجاب اکبر
دوم قسم وحی یہ ہے کہ خود حق سبحانہ تعالیٰ حجاب نوری سے کلام کرے۔ جیسے حضرت
موسیٰ علیہ وعلیٰ بنیہ السلام سے ہوا۔ یہ خاصہ غالباً کلیم کا ہے۔

فائدہ۔ حجاب سے یہ مطلب نہیں کہ پردہ کسی کو کھڑی یا دیوار کا ہے جس کے چھپے
ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولین انبیاء سے کلام کرتا ہے۔ بلکہ مراد اس سے یہ ہے۔ جیسا کہ حدیث
شریف میں ہے حجابہ النور لو کشفہ لاحرق سحجات و جہۃ انتی الیہ بصیر من خلقہ
(مسلم) حجاب اس کا نور ہے۔ اگر حق سبحانہ تعالیٰ اس حجاب کو دور فرما دے۔ تو جس چیز کو اسکی
مخلوق میں سے بصر پہنچے۔ اس کے انوار و تجلیات اس کو جلا دیں۔ چنانچہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ
نے اسی پردہ نورانی کے ارتفاع اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں جناب
باری کی رویت کے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے :-

چشمہ بروں زد نہ حدود و جہات	پردہ او شد تنق نور ذات
تیر گئے ہستی ازو دور شد	پردہ گئی پردہ ازو نور شد
کلام سرمدی بے نقل بشنید	خداوند جہاں را بے جہت دید
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود	دلش در چشم و چشمش در دلش بود

سو قسم جو وحی یہ ہے کہ جبریل امین بالفاظ باری تعالیٰ پیغام رسائی کریں۔ اور پیغمبر کو سبب وحی میں یعنی جبریل امین کی شخصیت و تعریف میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا طریقہ اکثر یہی تھا۔ اور قرآن اسی طریقہ پر نازل ہوا۔ چنانچہ بعد بیان اقسام ثلاثہ وحی اللہ تبارک و تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں: وکذٰلک اوحینا الیک روحاً من امرنا (قرآن) یعنی ارسال رسول ملک کے ذریعہ جس وحی کو ہم اپنے مرسلین پر نازل کرتے آئے ہیں۔ اسی قسم سے آپ پر یہ قرآن کریم وحی کیا گیا۔ پس اس قرآن کے منزل من اللہ اور کلام ربانی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ کیونکہ قسم وحی پہلے ہر دو اقسام سے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اعلیٰ و اسفل و اقویٰ ہے۔ لہذا جو شخص اب قرآن کے بجانب اللہ ہوتے یا آپ کی رسالت میں شک و شبہ کرے وہ کافر و جہنمی ہے۔

باب الحدیث حیاتِ انبیاء علیہم السلام

پہلی حدیث: عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم والصلوة علی یدیم الجمعة فانه مشہود تشہد المملکت وان احدکم یصل علی الاعرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منها قلت وبعث الموت قال ان اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء فبلی اللہ حتی یوزق۔ رواہ احمد مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ (ترجمہ) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کے روز مجھ پر درود و کثرت بھیجا کرو۔ تحقیق روز جمعہ حاضر کیا گیا ہے۔ حاضر تھے ہیں اس کو فرشتے۔ اور تحقیق کوئی شخص درود بھیجتا ہے مجھ پر تو وہ درود پیش کی جاتی ہے مجھ پر یہاں تک کہ فارغ ہو درود بھیجنے سے۔ ابوالدرداء نے کہا۔ اور بعد موت کے آپ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے پیغمبروں کا جسم کھانا پس اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیتے جاتے ہیں۔ (انتہی)

(امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)۔ اسی باب کے فصل ثانی کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ (حیاتِ انبیاء متفق علیہ است یکایک را در شے

خلافے نیت۔ حیاتِ جسمانی دنیاوی حقیقی - (انتہی)

دوسری حدیث ۱۔ عن سعید ابن عبد العزیز قال لما کما یوم الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقمہ ولم یدرج سعید بن المسیب المسجد وکان لا یحرف وقت الصلوة الا بکھنکھتہ یسمعها من قدر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ رواہ الدارمی - (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب فی الکرامات)

(ترجمہ) سعید بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ جب درق حرہ کا دن تھا۔ تین دن تک مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ اذان ہوئی نہ اقامت اور سعید بن مسیب برابر مسجد میں رہے باہر نہ گئے (اور نا بینا ہونے کے سبب سے) نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے۔ مگر آہستہ آواز سے کہ سنتے تھے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (انتہی)

جس وقت مدینہ آدمیوں سے خالی تھا تین روز غار کے وقت قبر شریف سے ازاں واقفا کھڑا آواز آتا آپ کی حیاتِ جسمانی کا بین ثبوت ہے۔
تیسری حدیث۔ خلق اللہ تعالیٰ لی ملکین یروان السلام علی من سلم علی من شرق البلاد وغربها الا من سلم علی فی دارمی فانی اسد علیہ السلام بنفسی ولا یبما اهل المدینۃ فانی اسد علیہم لا حابہم والنساء بہم قیل وهل تعرف وھدیتنا سلون من بعدک قال وهل لا یحرف الجار جارا وهل لا یحرف الجار جارا وهل لا یحرف الجار جارا وابن البخار عن ابن عمر (کنز العمال جلد ۶ ص ۲۵۳)

(ترجمہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے واسطے دو فرشتے پیدا کئے ہیں۔ کہ پُرب اور کچھم کے شہروں میں جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ وہ فرشتے اس کو جواب دیتے ہیں۔ مگر جو شخص مجھ پر سلام کرتا ہے۔ میرے مکان (یعنی قبر) پر تو میں اُس کا خود جواب سلام دیتا ہوں۔ خاص کر اہل مدینہ کو جواب سلام دیتا ہوں۔ اُن کے حسبِ نسب کے سبب سے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ کیا آپ پہچانیں گے۔ حالانکہ آپ کے بعد سلام بعد نسل پیدا ہوئے۔ آپ نے فرمایا کیا مہسایہ اپنے مہسایہ کو نہیں پہچانتے۔ کیا مہسایہ اپنے مہسایہ کو نہیں پہچانتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۵۳) ❖

چوتھی حدیث :- الا انی لکدر بمکان صدق حیاتی فاذا مت لا ازال
 انا دی فی قبوی یا رب امتی امتی حتی ینفخ فی الصور النفخة الاولی ثم لا تزال
 لی دعوة مجابة حتی ینفخ فی الصور النفخة الثانیة (الحکیم عن انس کنز العمال
 جلد ۲۲) (ترجمہ) حضرت انس سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ
 ہو تحقیق کہ تم لوگوں کے لئے مکان پسندیدہ میں ہے میری پس جب میں وفات پاؤں گا تو ہمیشہ
 قبر میں پکاروں گا۔ یا رب امتی امتی یہاں تک کہ چھوٹا جائے صور میں پہلا نفخہ پھر ہمیشہ میری دعا
 مقبول رہے گی۔ یہاں تک کہ چھوٹا جائے صور میں دوسرا نفخہ۔ (کنز العمال جلد ۲۲ صفحہ ۲۲)
 پانچویں حدیث :- شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ ہزار ہا رجال
 صحیح از روایت عبد اللہ بن مسعودی آورد کہ فرمود (مرحومہ) رافضی تکان اند سباح
 در زمین کہ میرسانند مرا اعمال امت۔ فرمود وفات من بہتر است مرثا را زیرا کہ عرض کردہ
 میشود درین اعمال آنچه بہتر است شکر میگویم مرخدا را و از آنچه بد میبینم استغفار میکنم مرثا را
 اوستاد منصور بغدادی میگوید محققین و متکلمین برآنند کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 حی است بعد از وفات و مسرور میشود بطاعت امت و اجساد انبیاء علیہم السلام برسدہ
 نمی شود در قبر۔

بیہقی در کتاب الاعتقاد دے گوید کہ ارواح انبیاء علیہ السلام بعد از قبض باز فرستادہ
 می شود برایشان و ایشان زندہ اند پیش خدا مثل شہداء۔ جذب القلوب باب چہار دہم (صفحہ ۱۸)

عرض حال

۱۰ ماہ مارچ میں حضرت امیر حزب انصار ایدہ اللہ بنصرہ نے محرم الحرام کو فلسفہ
 شہادت پر تمام جامع مسجد بصرہ تاریخی معلوماً و خفاً و معارف سے بھرپور خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں حجۃ علماء
 ہند کے اجلاس یازدہم میں شرکت کیلئے دہلی تشریف لینگے۔ یہاں آپ کی تین ولولہ انگیز تقریریں ہوئیں لکھنؤ جانے اور حج
 صحابہ کرام کے قید و بند کی صعوبتیں بڑاشت کرنے کے لئے بے شمار شخصوں نے رضا کاران میں نام درج کرانے لگے
 دہلی کے سفر سے حضرت مدد ۲۰ مارچ کو دہلی بھرہ میں رونق افروز ہوئے۔

حزب انصار کا سالانہ تہنیتی دورہ شروع ہو چکا ہے۔ کوٹہ میں فتح آباد تحصیل اور جٹہ کلاں میں جلی منعقد ہو چکے
 ہیں اس مارچ کو حزب انصار کا تبلیغی وفد بصرہ کی حضرت امیر حزب انصار ایدہ اللہ بنصرہ کے گاہ پر جمع ہوا۔ ان کے ہمراہ ڈاکٹر کمال
 فیروز خان، ڈاکٹر جلی منعقد ہوئے۔ اغلباً ۲۰ اپریل کو حضرت امیر حزب انصار دہلی بھرہ میں رونق افروز ہوں گے۔ ملاحظہ
 فرمائیے صاحب خوشابی مولانا عبدالرحمن صاحب تہذیبی مولانا جلیل حب الشری تہنیتی وفد میں شریک ہیں۔

۱۰ ماہ مارچ میں حضرت امیر حزب انصار ایدہ اللہ بنصرہ نے محرم الحرام کو فلسفہ شہادت پر تمام جامع مسجد بصرہ تاریخی معلوماً و خفاً و معارف سے بھرپور خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں حجۃ علماء ہند کے اجلاس یازدہم میں شرکت کیلئے دہلی تشریف لینگے۔ یہاں آپ کی تین ولولہ انگیز تقریریں ہوئیں لکھنؤ جانے اور حج صحابہ کرام کے قید و بند کی صعوبتیں بڑاشت کرنے کے لئے بے شمار شخصوں نے رضا کاران میں نام درج کرانے لگے دہلی کے سفر سے حضرت مدد ۲۰ مارچ کو دہلی بھرہ میں رونق افروز ہوئے۔

باب الفقہ تحقیق المسائل

(از مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹمون)

اہل اسلام کو عموماً اور علمائے کرام کو خصوصاً واضح ہو کہ ایک اشتہار مشکل برائستہاء و جواب متعلقہ بہ بالطلاق شائع ہوا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ فلاں فلاں مولویوں نے مدعا علیہ کو کہا کہ تم قسم بالطلاق مدعی کے گواہوں سے لو۔ بنابرین اشتہار مذکور میں علمائے کرام پر ناشائستہ حملے کئے گئے ہیں۔ اس غرض سے کہ عوام الناس میں غلط فہمی پائی ہو جائے۔

جہاں تک حقائق کا تعلق ہے اور حقیقت مشکہ درکار ہے یہ اشتہار سراسر مخدوش اور غلط ہے۔ واقعہ کا خلاف ہونا ملاحظہ ہو کہ مستفتی نے یہ غلطہ مشترک کیا ہے کہ مولویوں نے مدعا علیہ کو کہا کہ قسم بالطلاق لو۔ بلکہ مدعا علیہ کو چونکہ مدعی کے گواہان پر نطق بالکذب کا شبہ تھا۔ اس لئے اس نے علمائے کرام سے دریافت کیا کہ آیا وہ شرعی ثالثوں سے درجوت کر نیکی حجاز ہیں کہ مدعی کے گواہوں سے حلف بالطلاق لیں۔ جواب میں مولوی صاحبان نے فرمایا کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ زمانہ محال میں حسب کتب فقہ حلف بالطلاق جائز ہے۔ بعد ازاں مدعا علیہ نے ثالث جہاں سے اجازت طلب کی۔ اگرچہ نشان خود اہل مسلم تھے تاہم علمائے سے اپنی باقاعدہ تسلی کر کے مدعا علیہ کو امر مذکور کی اجازت دیدی۔ مستفتی کا یہ لکھنا کہ فلاں ثالث نے اجازت دی۔ بالکل غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ اجازت ہر دو ثالث صاحبان نے منفقہ طور پر دی تھی۔ کیونکہ وہ دونوں ہر ایک عدالت تھے۔ پھر مستفتی کا یہ لکھنا کہ شہادت پڑھ کر ثالثان شرعی نے فیصلہ کیا کہ گواہ مذکور صادق ہے غلط ہے۔ کیونکہ یہ کہنا آخری فیصلہ دینے سے پہلے ناممکن تھا۔ اور ساتھ ہی ایک ثالث کے خاموش رہنے اور دوسرے کے مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ دینے سے یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے گواہ کو صادق قرار نہیں دیا۔ مستفتی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس مخالف کو ڈیڑھ ماہ کی مہلت دی گئی کہ ثالثان کے رو برو اپنے دعاوی کو ثابت کرے اور گواہ کی شہادت کو جھوٹی ثابت کرے۔ لیکن وہ اس عرصہ میں بالکل خاموش ہے۔ اور شاید کچھوٹ ثابت نہ کر سکے۔ یہ بھی ظاہر غلط ہے۔ اولاً مہلت ہی کوئی نہیں دی گئی۔ ثانیاً ڈیڑھ ماہ سے پہلے ثالثان کا اجتماع ہی نہیں ہوا۔ ثالثان جب موقع ہوا تو مدعی نے فیصلہ شرعی سے اعراض کرتے ہوئے جاء الحق و ذوق الباطل کا ثبوت دیا۔ مدعا علیہ کو وقت ہی نہ ملا کہ اپنا مہلت سے متعلق ثبوت پیش کرتا ہے۔ یہ تو ہے مجملہ حقیقت واقعہ اور مستفتی کی غلط بیانی۔ جب اس وقت مدعی نے فیصلہ شرعی کے سنا تب تسلیم

ختم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اسے باسانی اس کے علمائے کرام کو عطا کردہ مغلط خطابات دئے جاسکتے تھے۔ اور اسے دائرہ کفر میں دھکیلا جاسکتا تھا۔ لیکن ہم شہر و لے کافر گروہوں میں سے نہیں۔ ہم ان مظہر ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی سعی بیخ کر رہے ہیں جنہوں نے اپنے مہاک کلام ادب پاک اعمال سے کافروں اور اسلام سے منور کیا۔

اب جواب مسئلہ سنئے: اگر شاہ نے جھوٹی گواہی دی ہے تو اس کی زوجہ مطلقہ معلوم ہوگئی ہے اب رہا یہ سوال کہ حلف بالطلاق گواہ سے جائز ہے یا نہ۔ تو ہم پہلے محیب کے پیش کردہ ثبوت پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔

۱۔ استفتی نے گواہ سے قسم بالطلاق کا مسئلہ دریافت کیا ہے لیکن محیب نے جو اہل لغت و ادبی کا جو حوالہ پیش کیا ہے اس کا اور قاضی خان کی پیش کردہ عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب مدعی اقامت بدیہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے۔ اور مدعا علیہ کو قسم دینی پڑے تو مدعا علیہ سے قسم بالطلاق نہ لی جائے۔ لیکن بعض فقہاء کا زمانہ کی ضرورت کے مطابق فتویٰ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔ جیسا کہ خود محیب کی قاضی خان کی پیش کردہ عبارت سے واضح ہے۔ اس کا ترجمہ اشتہار میں عمدہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ مدعی کے خلاف جاتا تھا۔ یہ مخصوص البعض مسئلہ تھا جس کے اصول سے شاید محیب صاحب ناواقف ہیں۔ لہذا پہلے دو حوالہ جان نفس سوال سے نقل نہیں رکھتے کیونکہ ان میں تقریب نام اور نسبت بال سوال موجود نہیں۔ دیکھیں ان میں

۲۔ محیب کا حوالہ نمبر تین کا بطلان و تاقی اے قولہ (خانیہ) اس طرح ہے جسے لا تقربوا المصلوۃ کہنا اور اذنتہم سکامی کو چھوڑ دینا۔ کیونکہ اسی عبارت سے ملحق یہ الفاظ بھی ہیں۔ وقیل ان ہست الضرف حق فوض اے القاضی اتباعاً للبعض (ترجمہ) اور کہا گیا ہے کہ اگر حلف بالطلاق کی ضرورت ہو تو قاضی کو درخواست پیش کی جائے۔ یہ واضح ہے کہ اس عبارت میں لفظ قیل بعضیہ لفظ اتماع للبعض ضعیف پر محمول نہ کیا جائے۔

چنانچہ مدعا علیہ کو جب ضرورت محسوس ہوئی تو عدالت سے درخواست کر کے حلف بالطلاق کی اجازت لے لی۔ اور اس اجازت کی ذمہ داری عدالت پر مجموعہ عائد ہوتی ہے نہ کہ کسی ایک ثالث پر یا علمائے کرام پر جو موجود تھے۔ اور جب عدالت کو شرعاً اختیار حاصل ہے۔ تو کوئی اعتراض ہی نہیں رہتا۔ عجبالک یا محیب

۳۔ محیب کا حوالہ نمبر چار عموماً اشناع حلف بالطلاق ثابت کرتا ہے۔ لیکن جب طبقہ بڑے ذمہ دار فقہانے ضرورت زمانہ کے مطابق جواز کا فتویٰ دیا ہے تو مخصوص البعض ہو کر جائز ہو جاتا ہے۔ اور تفسیر مست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳۷۔ تجنیس کی پیش کردہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے سے قسم اٹھوانے کا ارادہ کیا۔ تو دعویٰ نہ کیا کہ اس سے طلاق کی قسم (بجائے حلف باللہ کے) لے۔ تو ایسا کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اول تو پہلے دو حوالہ جات والا اعتراض یہاں بھی عائد ہوتا ہے۔ دوسرے جب دعویٰ حلف بالطلاق اٹھوانے پر آمادہ ہی نہ ہوئے تو اس عبارت کے نقل کرنے کا مطلب۔ تیسرے یکف کے لفظ سے واضح ہے کہ وجہ کفر حلف باللہ سے انکار اور حلف بالطلاق پر انحصار کرنے پر مبنی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجیب جب سوالات سے حوالہ جات اور جوابات کا تعلق سمجھنے سے قاصر ہیں :

اب ذیل میں وہ ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ جو فی زمانہ حلف بالطلاق کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں یعنی گواہ اور مدعا علیہ دونوں سے اس قسم کی قسم اٹھوائی جاسکتی ہے۔
اول۔ در شامی میں ہے :- لیکن عبارت ابن الکمال فان الحکم الخصم قبل صح یھمانی زماننا الی قولہ و مثله فی الزبلی - و شرح درمہ الجار (ترجمہ) عبارت ابن کمال اور زبلی اور شرح درمہ الجار میں ہے کہ خصم (فریق مقابل) کے تکرار پر حلف بالطلاق والحقاق اس زمانہ میں صحیح ہے۔

دوم :- ہدایہ جلد سوم کتاب الدعویٰ کے صفحہ ۲۰۶ پر ہے۔ وقیل فی زماننا اذا الحکم الخصم ساغ للقاضی ان یحلف بذلك لقلة الطلالت بالیمین باللہ وکثرت الاستناع بسبب الحلف بالطلاق (ترجمہ) بعض نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ خصم اصرار کرے قاضی حلف بالطلاق والحقاق لے سکتا ہے کیونکہ لوگ خدا کی جھوٹی قسم اٹھانے کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور حلف بالطلاق سے اکثر ترک جاتے ہیں۔ صاحب ہدایہ کی رغبت شان مقدمہ ہدایہ مصنف مولوی عبدالحی سے ملاحظہ ہو۔ صاحب ہدایہ اصحاب کتب صحیح میں سے ہیں۔

سوم :- کنز الدقائق میں جو کہ متون میں کاہن بن انجم ہے قیل وغیرہ کے بغیر صاف درج ہے۔ والیمین باللہ تعالیٰ لا بطلان فی وعناقی الا اذا الحکم الخصم۔ ترجمہ اور قسم اللہ کی ہوتی ہے۔ اور طلاق اور عناق کی نہیں ہاں جب خصم اصرار کرے۔

اس جگہ تو قید زمانہ بھی نہیں۔ اب جبکہ متون کو شروع سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ تو اس بہترین متن کی اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔

چہارم۔ الاشباہ والنظائر میں جہاں پندرہ مسائل میں ارے الی القاضی کے متعلق لکھا ہے ملاحظہ ہو وفی تخلیف الشاہد ابن سائہ جائزہ لکھانی صاف قید یعنی ان ہر دو کتب میں ہے کہ قاضی اگر گواہوں سے حلف اٹھوائے تو جائز ہے۔ یہاں حلف کی تخصیص نہیں۔ اور پھر وہیں یہ بھی ہے

و فی التہذیب و فی زماننا لما تعدت التزکیۃ غلبۃ الفسق اختار القضاۃ استخلا
الشہود کما اختار ابن ابی لیلیٰ لحصول غلبۃ الظن انتہی۔ اور معوی شارح استہابہ
لکھتا ہے و فی تہذیب القلاء فی و فی زماننا لما تعدت التزکیۃ غلبۃ الفسق
اختار القضاۃ استخلاف الشہود لحصول غلبۃ الظن۔ انتہی :

صاحب بحر الرائق لکھتے ہیں : وَلَا یُضَعِفُ مَا فِی الْکُتُبِ الْمَعْتَدَہِ کَا الْخِلَاصِۃِ
مِنْ اَنَّهُ لَا یَبِیِّنُ عَلَی الْمَشَاحِدِ لَانَّهُ عِنْدَ ظُہُورِ عَدَالَتِهِ وَالْکَلَامِ عِنْدَ خِفَافَتِهَا خَصُوصًا
فِی زَمَانِنَا اِنَّ الْمَشَاحِدَ مَحْجُولِ الْحَالِ وَ کَذَ الْمَرْکِی غَائِبًا وَ الْمَحْجُولِ لَا یَعْرِفُ الْمَحْجُولِ
اِنْ تَمَّامِ عِبَارَتِ کَا خِلَاصِہِہِ ہے کہ مشاہد اگر عادل ہو تو قسم کی ضرورت نہیں و نہ اس زمانہ میں کافی
جو حلف چاہے۔ شاہد سے لے سکتا ہے ۔ لہذا حدیث اکرام شہود والی سے بھی مراد شاہد عادل ہوگا۔
مسئلہ کی شرعی حیثیت بیان کرنے کے بعد انہوں سے کہنا پڑتا ہے کہ خیر الامت کے علماء دن بدن اس
شر کے مصداق بنتے جاتے ہیں۔ ۔۔۔

دین حق از کافرے رسوا تر است زانکہ ملا مومنین کا فرگرت !!!
جنہوں نے اپنی فراخ جھلکی اور بلند نگاہی سے کفار کو مشرف الاسلام کرنا تھا۔ وہ خود مسلمانوں کو کافر قرار
دیکر دین حنیف کی تخریب کا باعث بن رہے ہیں۔ ایک طرف تمام دُنیا اسلام کے علمبرداروں کو ملیا میٹ کر
نیپے پر اُدھار کھائے بیٹھی ہے۔ اور دوسری طرف امت کے یہ نگہبان امت کو اپنے ہاتھوں سے تباہی کے
گرہے میں دھکیل رہے ہیں۔ حیف ۔۔۔

واعط ما حیثم برئت خانہ دودخت مفتی دین میں فتویٰ فروخت !
چیت یاراں بعد ازیں تدبیر ما رنج سوئے میخانہ دارد پیر ما

بقیہ صفحہ ۱۱) ا قابل قبول ہے مسلم جو کچھ بغیر قسم کے مقدمات کے فیصلہ کا حق کسی غیر مسلم کو از روئے شریعت اسلامیہ عطا کیا جاسکتا۔
غیر مسلم جو کچھ فیصلے شرعاً ہرگز نافذ نہ ہونگے۔ اس قانون کا نفاذ صریح داخلہ فی الدین کے مترادف ہوگا۔ اور حکومت
اس کے نفاذ کے بعد انوں کی طرف سے انقلاب انگریزوں کی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ کافر نس کا یہ اجلاس و ایسے ہند سے متعلق ہے
کہ اس قانون کو نامعلوم کے مسلمانوں کے لئے تکمیل و اطمینان بہم پہنچائیں۔

۵۔ مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ کا تعلیم اثن سالانہ نمائندہ اجتماع حکومت پنجاب مطالبہ کرتا ہے۔ کہ سرکاری مدارس
میں مسلم بچوں کیلئے جلد از جلد خالص اسلامی نصاب رائج کر کے ان کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرے ۔

بھیرہ میں مسلمانوں کی اجتماعی حیات کا ولولہ انگیز مظاہرہ خراب انصاری کی سالانہ کانفرنس

موضوعہ ۲۴-۲۵-۲۶ فروری ۱۹۳۹ء کو جامع مسجد بھیرہ میں خراب انصاری کی سالانہ کانفرنس منعقد

ہوئی۔ شمالی پنجاب کے ہر علاقہ سے کثیر تعداد میں مندوبین تشریف لائے۔ حاضرین کی کثرت اور علمائے کرام کے زندگی بخش ارشادات کے لحاظ سے یہ کانفرنس تمام گذشتہ کانفرنسوں سے زیادہ کامیاب رہی۔ جامع مسجد وسیع و عریض صحن میں ہر سہ روزہ کانفرنس کا اجلاس ہوتا رہا۔ مشائخ عظام، علمائے کرام و قائدین ملت میں سے پرزادہ مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری، مولانا سید محمد الدین صاحب شالہ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، مولانا محمد عبداللہ صاحب لاهوی، قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی، مولانا سید امیر شاہ صاحب گنجپالوی، فقیہ العصر مولانا احمد دین صاحب گنجپالوی، مولانا حکیم حافظ محمد زبیر صاحب حضرت صاحبزادہ محمد محبوب الملک رسول صاحب لہوی، مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ موہن، مولانا حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب مکھڑوی سجادہ نشین ترک، مولانا محمد داؤد صاحب ٹیکسلی، مولانا عبدالرشید صاحب، مولانا محمد غوث صاحب، مولانا محمد نجم الدین صاحب ڈھڈیا لوی، مولانا محمد کامل الدین صاحب، پیر سید شیر علی شاہ صاحب صوفی الہداد خان صاحب رئیس عظیم عیسیٰ خیل، ڈاکٹر سید محمد شاہ صاحب ٹھٹھی، جناب محمد مسلم صاحب کانپور، مولوی قاضی منظور حسین صاحب بی۔ اے، مولانا نبیر شاہ صاحب، مولانا عبد الرحمن صاحب، مولانا حبیب اللہ صاحب امرتسری، مولانا عبدالحق صاحب ہزاروی، مولانا محمد قاسم صاحب ہزاروی، مولانا خان محمد صاحب فاضل دیوبند، مولانا محمد شرف صاحب ہزاروی، حضرت مولانا مفتی عطاء محمد صاحب رتوی، صوفی عہد الرحیم صاحب مظفر نگر، ڈاکٹر محمد شریف صاحب بنووی، مولانا محمد اسماعیل صاحب، مولانا لال حسین صاحب، اخلتہ، نے کانفرنس میں شریک ہو کر کارکنان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اکابرین شہر میں سے خان بہادر شیخ فضل حق صاحب پراچہ ایم سائل، اے۔ خان، بہادر شیخ منیر حسین صاحب، رئیس قوم میاں فضل الہی صاحب مہتمم، حاجی غلام حبیب صاحب پراچہ اور ہر طبقہ کے اشخاص نے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ حاجی افتخار احمد صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، مستری حاجی عبدالمجید صاحب، حافظ غلام حسین صاحب حکیم عبدالحمد صاحب، میاں محمد طور صاحب خواجہ مہتمم، حافظ محمد حسین صاحب جمیع رضا کاران و کارکنان کی شب روز کی ساری جہلیہ نے جلسہ کے دوران میں کسی قسم کی بگڑ بڑ پیدا نہ ہونے دی۔ انتظام و اہتمام کے لحاظ سے بھی ہر اجلاس کامیاب رہا۔ پیر و نجابت تشریف

لانے والے اصحاب کے قیام و طعام کا انتظام بلا معاوضہ کیا گیا تھا۔ کم و بیش بیس چیس ہزار اشخاص نے کانفرنس میں شرکت اختیار کی :

موضع ۲۴ فروری صبح دس بجے ریلوے سٹیشن بھیرہ پر علمائے کرام کا شاندار استقبال کیا گیا۔ محترم ہماروں کی آمد پر شاندار جلوس مرتب ہوا۔ پانچ سو ہار دی رضا کاروں کے علاوہ ہزار ہا انسانوں نے جلوس میں شرکت اختیار کی۔ جلوس کی لمبائی نصف میل سے زائد تھی۔ مسلمانانِ بھیرہ نے جلوس کے راستہ کو طرح طرح کی جھنڈیوں آئینی دروازوں سے مزین کر رکھا تھا۔ بازار میں دکانوں کی سجاوٹ قابلِ دید تھی۔ باشندگانِ بھیرہ محترم قارئین ملت کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ سرزمینِ بھیرہ میں آج تک ایسا شاندار جلوس کبھی نہیں دیکھا گیا :

رضا کارانِ اہم کا حربی مظاہرہ :- اس دفعہ سالانہ کانفرنس کے موقع پر رضا کارانِ اہم کا حربی مظاہرہ بے حد کامیاب رہا۔ مسلم نوجوانان میں تنظیم و عسکریت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے حزبِ الانصار کے مخلص کارکنان کی مساعی بار آور ہوئیں۔ اسلامی اصول کے ماتحت مسلم نوجوانوں کی تنظیم کا کام وقت کے ہم اور ضروری مسائل میں سے ہے۔ بھیرہ کے انصار الاسلام کے علاوہ علاقہ قبچکوال کے خدام الاسلام کی جماعت بیکر دگی قاضی منظور حسین صاحب اللہ کا ورد کرتی ہوئی بھیرہ میں وارد ہوئی صلح میانوالی کے مقامات تراکی۔ عیسیٰ خیل۔ اور ٹھٹھ کے رضا کاروں (فوج محمدی) کی جماعتیں حضرت صاحبزادہ محمد زین الدین صاحب کھٹوی و صوفی اللہ داد خان صاحب رئیس عظیم عیسیٰ خیل و ڈاکٹر سید محمد شاہ صاحب نائب سالار اعظم فوج محمدی کی سرکردگی میں پیدل سفر کر کے بھیرہ پہنچ گئیں۔ محسن انصار المسلمین ٹیکسلا کے رضا کاروں نے دو سو میل کا سفر سائیکلوں پر طے کیا۔ کانفرنس کے ایام میں رضا کارانِ کا حربی مظاہرہ اور انصار المسلمین کے حربی کیمپ کا نظارہ مسلمانوں میں حیاتِ نو پیدا کر رہا تھا۔ فوج محمدی نے فوجی پریڈ کا بہترین نظارہ پیش کیا۔ انصار المسلمین نے مصنوعی جنگ میں اپنی حیرت انگیز تنظیم کا مظاہرہ کیا۔ خرب اللہ انصار کی طرف سے مولانا محمد داؤد صاحب ٹیکسوی۔ ڈاکٹر سید محمد شاہ صاحب و قاضی منظور حسین صاحب جملہ رضا کاران کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ یہ تمام حضرات خاص طور پر بڑے تبریک کے مستحق ہیں :

موضع ۲۴ فروری ہر دو روز بعد نماز عصر عید گاہ کے سامنے کھلے میدان میں اڑھائی میل کے محاذ میں رضا کارانِ اسلام نے مصنوعی جنگ کا شاندار نظارہ پیش کیا۔ کم و بیش ۳۰ ہزار انسانوں اس منظر کا مشاہدہ کیا۔ رضا کاروں کا مورچے قائم کرنا۔ فائرنگ اور گولہ اندازی کو سیکھنے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھنا غنیم کا محاصرہ کرنا۔ زخمیوں کی طبی امداد کا مکمل انتظام۔ غنیم کی گرفتاری اور حاصل

اسلامی جذبات کا اظہار۔ غرض جملہ مناظر و لولہ انگیز اور زندگی بخش تھے :

قراردادیں و تجاویز | کانفرنس کے موقع پر قائدینِ ملت نے رض و بدعت کی تردید۔

ختم نبوت۔ تحزیب داری کی حرمت۔ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور فلسفہ شہادت۔ مدح صحابہ کے مسئلہ کی اہمیت مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی فرائض کی تشریح و تفسیر کی تردید۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ۔ فضائل جمیعت اہل اللہ و اصلاح رسوم پر بصیرت افروز تقریریں ہوئیں۔ افسوس ہے کہ پریس رپورٹوں کی کچھ فہمی یا بداندیشی سے اخبارات میں کانفرنس کے متعلق بعض ایسی اطلاعات شائع ہوئی ہیں جو قطعاً ناقابل اعتماد اور غلط ہیں۔ نیشنل کانگریس۔ اور بعض ہندو اخبارات نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی طرف بعض ایسے جملے منسوب کئے ہیں جو بالکل غلط اور افتراء ہیں۔ لہذا اخبارات کی اطلاعات پر اعتماد کر کے کوئی صاحب اپنی رائے قائم نہ کریں :

حسب ذیل قراردادیں کانفرنس میں اتفاق آرا طے ہوئیں :

۱۔ مجلس مرکزیہ حزب انصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان سالانہ اجتماع فلسطین اور وزیرستان کے مطلوبین کے ساتھ مہمدی کا اظہار کرتے ہوئے ان ممالک میں حکومت برطانیہ کی قسطنطنیہ آزار روش کے خلاف اپنے شدید احتجاج و غم اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ اور بدگاہ رب العزت ان مطلوبین کی کامیابی کے لئے دست بردار ہے :

۲۔ مجلس مرکزیہ حزب انصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان سالانہ نمائندہ اجتماع لکھنؤ میں مدح صحابہ پر پابندیاں عائد کئے جانے کو مداخلت فی الدین قرار دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ جب تک ایک بھی سنی سربزمین ہند میں موجود ہے وہ حکومت ان ناجائز احکام کے امتداد کیسے ممکن قرار دیتی ہے اور یہ کہ ایک مسلمان ایک سیکنڈ کیسے کسی جگہ ایسی پابندی عائد کئے جانے کو برداشت نہیں کر سکتا :

۳۔ ہندوستان کے آریہ سماجیوں اور ہندو مہا سبھاؤں نے فرقہ وارانہ جذبہ کے تحت حیدرآباد کے مسلم حکمران کے خلاف جو شورش برپا کر رکھی ہے۔ حزب انصار کی سالانہ کانفرنس کا یہ اجتماع اس کے خلاف انتہائی نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہوئے ہر نصف مزاج ہندوستانی سے درخواست کرتا ہے کہ وہ آریوں کی ان مفسدانہ سرگرمیوں کی مذمت کرے :

۴۔ مجلس مرکزیہ حزب انصار کا یہ عظیم الشان سالانہ نمائندہ اجتماع اعلان کرتا ہے کہ مسلم عورتوں کے فحش نکاح کا جو قانون سنٹرل اسمبلی نے جس صورت میں پاس کیا ہے قطعاً

تاثرات قلبی

(از مولانا حکیم نور محمد صاحب، لنگر مخدوم ضلع خطبہ)

مژدہ لے پیمانہ بردار خستہ حجاز

بعد مدت کے ترے رنوں پہر آیا ہے ہوش

۴

بدستور سابق سالہائے گذشتہ کی طرح اس دفعہ بھی مجلس مرکزیہ حزب الانصار بحیرہ کا ناواں سالانہ اجلاس جامع مسجد کے وسیع و عریض صحن میں منعقد ہوا۔ خوبی قسمت سے راقم نے بھی اس دفعہ اس مبارک و مسعود اجتماع میں شامل ہونے کا فخر حاصل کیا ہے۔ لہذا ذیل میں اس کے مختصر چشم دید حالات و کوائف ناظرین کی دلچسپی کے پیش نظر تحریر کئے جاتے ہیں۔

بحیرہ بہت پرانا اور تاریخی شہر ہے۔ جو دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے۔ قدیم الایام سے علم و عرفان کا گہوارہ چلا آتا ہے۔ اور جہاں یہ سیرین قیمتی سے مختلف فرقوں کی تہذیبی تعلیم کا آماج گاہ بنی رہی ہے۔ وہاں کئی دہائیوں سے اور راہ پیایہ جادہ تعلیم و کتاب و سنت کی روشن شاہراہ پر گامزن ہونے کی دعوت دینے والی ہستیاں بھی پیدا کر چکی ہیں۔ چنانچہ بعض اہل اللہ خصوصاً خاندان بگوسیہ کے بزرگوں کے اسماء گرامی کسی مزید تعارف کے محتاج نہیں۔ اور موجودہ عہد کے عالم باعمل و رہبر قوم حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوسیہ پر مسلمانان بحیرہ جس قدر فخر کریں کم ہے۔ کیونکہ مدرسہ عزیزہ کا قیام۔ دشمنانِ دین کے ناجائز حملوں سے اسلام کا تحفظ و غیرہ دیگر کئی ملی خدمات انہی کی ذات سے وابستہ ہیں۔ اور ایسے سالانہ جلسوں کا انعقاد اور اس کی روح پرور و دلنشین بھی محض آپ کی ہی شہرہ آفاق ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ بھی آپ کی ہی قیادت اس مبارک اجتماع کی غیر معمولی توفیق کا باعث ہوئی۔

۲۴ فروری ۱۹۳۹ء جمعہ کے دن کی صبح رنگارنگ کے انوار و تجلیات اور پوری رنگینوں کی حامل ہو کر طلوع ہوئی۔ اس روز شہر بحیرہ جلسہ اللہ کی خوشی میں اپنی دلکش رعنائیوں سے مہرور نظر آتا تھا۔ جمعہ سے یکراں تواریک یعنی تین دن تک شب و روز یہ جگہ اللہ اور اس کے رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذکر خیر سے محو و مشغور رہی۔ جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے علاوہ دیگر انتظامات کے میاں نوالی و سیکلا کے رضا کاران فوج محمدی کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ اور یکمل اسلامی فوج ۷۳ فردی کو بھی انعقاد و حاسہ سے ایک روز شہر بحیرہ میں بھیج گئی۔ باوجود کلفت سفر کے تمام رضا کاروں نے اسی روز فوجی پرہیزی۔ اور نیکل جلوں بازاروں سے گشت کرتے ہوئے اور اللہ اکبر کے نغمے گائے ہوئے واپس جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ جمعہ کے روز حسب الاعلان تمام رضا کاران فوج محمدی پیش پر

علمائے کرام کے استقبال کیلئے دس بجے صبح کی گاڑی پر موجود تھے۔ علمائے کرام کے پیش پر رونق افروز ہوتے ہی فوجی طریقہ کے مطابق سلامی دی گئی۔ اور اس کے بعد غوج محمدی جیشِ صدیقی جیشِ فاروقی جیشِ عثمانی جیشِ حیدری کی یکے بعد دیگرے ترتیب دی گئی۔ اور یہ جلوس ہر اطراف و جوانب کے بیشمار مسلمانوں کے ہجوم کے شہر کو روانہ ہوا۔ اور بازاروں سے گزرتا ہوا چک والے دروازے سے باہر نکلا۔ قومی ترانوں اور اللہ اکبر۔ سلام زندہ باد کے نعروں نے فضا میں ایک مہیاں پیدا کر دیا تھا۔ بیرون دروازہ کی سڑک پر ٹیکسلا و میانوالی کے رضا کاران کی پریڈ کا نظارہ قابلِ دید تھا۔ اور سلامی شان و سلطوت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ جلوس کے جامع مسجد پہنچتے ہی پہلا اجلاس شروع ہوا۔ جناب قاضی احسان احمد صاحب جلع آبادی و مولانا بہاؤ الحق صاحب قاسمی و دیگر رہنما مین قوم کی تقاریر بیٹھوں میں مولانا عبدالرحیم صاحب کی نعت و سلام کی پرکھ و وجد آفرین نغموں نے عجب ہی سماں دکھلایا۔ دوسرے روز حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ جناب مولانا مفتی عطاء محمد صاحب رومی۔ مولانا لال حسین صاحب اختر یوٹلانا صاحبزادہ محمد ضیف صاحب کوٹ موئن۔ مولانا محمد داؤد صاحب ٹیکسلاوی نے تشریف لاکر جلسہ کو رونق بخشی حضرت شاہ صاحب بخاری کی بصیرت افروز تقاریر نے حاضرین کو پام عمل دیا۔ آپ نے دورانِ تقریر میں مغربی اقوام کے سرمایہ دارانہ فروغی تخیل کی خوب ہی تلخی کھولی۔ اور ملوکیت کے جبر و استبداد اور محکوم قوموں کے حقوق کی پامالی۔ بلکہ ان روح و دل کے تنہید ہو جانے کے غیر انقول فلسفہ کو آئینہ شریفیہ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها وجعلوا اکملہا اھلھا اذ لہ ج و کذا لک ینفعلون (۱) سے تطابقت دیکر حاضرین کو جد حریص و آرزوی کے احساس سے بہرہ اندوز فرمایا۔ دوسرے اجلاس کے اختتام پر نماز عصر کے بعد عید گاہ کے میدان میں انصارِ مسلمین ٹیکسلا کی مصنوعی خُگ دکھلائی گئی۔ اس وقت حاضرین کی تعداد کا اندازہ تیس ہزار کے قریب تھا۔ انوار کے دن یعنی آخری روز پچیسے اور دوسرے اجلاس علاوہ دیگر اکابران ملت کے حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی ایمان افروز تقاریر بیٹھوں۔ اور دُعا کے ساتھ جلسہ کا بخیر و خوبی اختتام ہوا۔ ساتھ ہی مظلومینِ فلسطین کیلئے دُعا کی گئی۔ اور گورنمنٹ برطانیہ سے اس امر کا مطالبہ کیا گیا۔ کہ وہ اس معاملہ میں ایسی روش اختیار نہ کرے۔ جو مسلمانوں کے قلوب کو مجروح اور ان کے جذبات کو ٹھیس لگانے کا باعث ہو۔ اور خلیجِ مل کی سچی باتفاق آرا زبردست مخالفت کی گئی۔

بعد نماز عصر اس روز بھی حربی مظاہرہ کیا گیا۔ سنا گیا ہے کہ باہر سے آئے ہوئے چند خاکساروں نے بھی اس دن کسی جگہ اپنا کیمپ وغیرہ لگا کر لوگوں کو جمع کرنے کی فضول کوشش کی لیکن فوجِ محمدی کے عسکری نظام سے متاثر شدہ لوگوں کے سامنے ان کے تماشہ کی کوئی وقعت نہ رہی۔ اور اس طرح فخرِ خاکساریت کی بنیادیں ہل کر رہ گئیں۔ اس لحاظ

(بقیہ ص ۲۲ پر ملاحظہ ہو)

مسودہ نظارت امور شرعیہ

(ابراہیم محسن محمد سمّا و نائب امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ بھوپالری شریف - پٹنہ)

ہندوستان میں علماء اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ رہا ہے کہ یہاں کے نظام حکومت میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت معاشرۃ قوٰین مذہبی کے تحفظ کیلئے ایک مخصوص ادارہ قائم کیا جائے۔ لیکن اُن بار موعود حضرات کی وجہ سے جن کی نظر میں اسکی کوئی اہمیت نہ تھی یہ مطالبہ وہ قوت حاصل نہ کر سکا۔ جس کا یہ نتیجہ تھا۔ اور انگریزوں کی اس کھلی روش کے بعد جو انہوں نے ستمبر کے عرصہ میں ہندوستان کے اسلامی تمدن ٹٹلنے میں اختیار کی ہے۔ یہ توقع رکھنا کہ وہ اس مطالبہ کو آسانی سے قبول کر لیں غلط تھا۔ لیکن اس مقصد کے حصول کی کوشش ہم لوگوں نے حتی الوسع جاری رکھی۔ اب جبکہ موجودہ اصلاحات کے نفاذ نے ہندوستان میں ناقص لیکن قومی حکومت کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اور بعض امور اب ایک حد تک نمائندگان جمہور کے ہاتھ میں آگئے ہیں ان مقاصد کے حصول کی ایک راہ نکل آئی ہے۔

مسلمانوں کا کم از کم مطالبہ یہ تھا۔ کہ ایک با اختیار حکام امور شرعیہ کی انجام دہی کے لئے مقرر کیا جائے جو فاضل کا تقرر کرے اور مسلمانوں کے تمام مذہبی قوانین اور امور مذہبی (جن کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہوگا) کو نگران رہے۔ اور خصوصیت مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کا محافظ ہو۔ اس مقصد کے حصول کیلئے سب سے بہتر راہ تو یہ تھی کہ اعلان بنیادی حقوق.....

(کے سلسلہ میں ہندوستان کے نظام اساسی میں یہ چیز موجود ہوتی۔)

لیکن انوس میں یہ نہ ہو سکا۔ اب موجودہ حالات میں یہ مناسب ہے کہ نظام شرعی کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جائے جو موجودہ اصلاحات کے ذریعہ باسانی چل سکے اس سے پہلی مقصد تو پورا نہ ہوگا لیکن یہ ہوگا کہ انصاف پیش تیار ہو جائیگا۔ اور کسی خدشہ مسلمانوں کی بعض شکایات و مشکلات کا ازالہ ہو جائیگا۔

اسکیم یہ ہے :-

۱۔ ہر حکومت میں ناظر امور اسلامیہ کا ایک عہدہ رکھا جائے (جو مختلف محکموں کے ڈائریکٹر کے مثل ایک عہدہ ہو اور یہ عہدہ دار کسی مسلمان وزیر کے ماتحت ہو) اور اس کے متعلق حسب ذیل امور ہوں :- (الف) مسلم اوقاف (ب) تقرر قضاۃ یا تفویض اختیارات فاضل یا جوہری کے تعین میں مشورہ دینا۔

(ج) ہندوستانی بین الاقوامی معاملات کے متعلق اسلامی بین الاقوامی اصول کے ماتحت حکومت کو مشورہ دینا۔

دس کی رائے کا ان معاملات میں اکہرٹ (اہر کی رائے کی حیثیت سے لحاظ رکھا جائے)

۲۔ تعلیم کے شعبہ اور درجہ میں مذہبی تعلیم کا نظم یا نگرانی (جیسی صورت حل اور ضرورت ہو) اس کے ماتحت ہو +

رہا مسلمانوں کے پرنسپل لاکے متعلق قانون سازی کی نگرانی، اور اسکے متعلق اگر کوئی غلطی ہو رہی ہو یا کسی ذریعہ سے ہو گئی ہو تو حکومت کو اصلاح کے لئے مشورہ دینا۔

(۲) ناظر امور اسلامیہ کے ساتھ ایک مختصر مجلس مشورہ لائق مسلمانوں کی ہو (۳) تمام تقریر اور انتخابات موقت ہوں (۴) الف، تذکرہ محکمہ کے ساتھ ساتھ حکومت ایک قانون فسخ نکاح اور طلاق و تفریق خلع وغیرہ کے لئے اسلامی اصول کے تحت پاس کر لئے جس سے وہ مشکلات دور ہو جائیں جو موجودہ عہد میں شرعاً قاضی مجتہد کے فقدان سے لاحق ہیں اور منوگی۔

(ب) تقریر قاضی کیلئے فی الحال یہ صورت اختیار کی جائے کہ مسلمان منصف اور جج کے تقرر کے سیار میں اسکا لحاظ رکھا جائے کہ فقہ اسلامی کی براہ راست معلومات اُن کو ہوں۔ یا اقل درجہ اس خاص صنف میں ہندوستانی (اردو) میں ضروری تالیفات ہتیا کر دی جائیں۔ (اور اس کا ڈپارٹمنٹ امتحان بھی لیا جائے) اور تفویض اختیارات کی قوت بائی کورٹ یا جوڈیشل محکمہ جس کے بھی حدود ہوں انہی احکام کو نکاح، طلاق اور تفریق وغیرہ قضا کی سماعت کے اختیار سے۔ (ج) ان مقدمات کی سماعت کا ضابطہ اسلامی آداب و قضا کے مطابق اردو میں طیار کر دیا جائے۔ اس طرح تقریر قضا کا مسئلہ بغیر کسی فرید مالی بار کے کسی حد تک حل ہو جائیگا۔

ناظر امور اسلامیہ کے ساتھ دوسرے امور کو انجام دیگا۔ تو کوئی فرید مالی بار بھی حکومت پر ایسا نہ پڑیگا۔ جو غیر معمولی ہو۔

ایک اور ضروری امر مسلمانوں کی فوری توجہ کا محتاج ہے

یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تمام تر تہذیب و تمدن اور معاشرت کی بنیاد مذہب پر ہے۔ اب تک انگریزوں نے مسلمانوں کے تمدن کے مٹانے کے لئے طرح طرح کے نظریے پیدا کئے۔ اُن میں ایک یہ بھی تھا۔ کہ حکومت مذہبی تعلیم کے نظم کی ذمہ دار نہیں ہو سکتی۔ اب جبکہ نئی اصلاحات نے صوبوں میں قومی حکومت کی ایک شکل پیدا کر دی ہے۔ یہ حکومتیں جیسی کچھ بھی ہوں بہر حال قومی حکومتیں ہیں۔ تو ان کو مسلمانوں کے اس جائیز اور دجی مطالبہ سے کہ تعلیم کے ہر درجہ میں مذہبی تعلیم کا نظم کیا جائے۔ بے اعتنائی نہ برتنی چاہیے مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ وقت کے تمام مسائل سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے حکومت اور قوم کو اس طرف فوراً توجہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ مسلمانوں کے ہر اجتماعی و انفرادی اخلاق کی کمزوری کی بناء، اُن کی مذہبی معلومات اور تربیت کی کمی ہی کی وجہ سے ہے۔ اور اس ایک اصلاح سے انہی بہت سی کمزوریوں کی اصلاح بیک وقت ہو جائیگی جو حکومت، قوم اور ملک کے سب سے بڑے مسائل مفید ہوگی۔

حضرت عیسیٰ کا فتح اور آمد ثانی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زبان سے :-

(مولوی حبیب اللہ امرتسری کے قلم سے)

مرزائیؒ - حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ ناصری وفات پا چکے ہیں ۔

مسلمان - تمہارے اس دعویٰ کی دلیل کیا ہے ؟

مرزائیؒ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی نے مُتَوَفِّیْکَ کے معنی مُشیّتِکَ کے کئے ہیں ۔

مسلمان - یہی کس کتاب میں لکھے ہیں ؟

مرزائیؒ - اصح الکتاب بعد کتاب اللہ یعنی صحیح بخاری شریف کی جلد دوم ص ۶۶ پر یہ معنی لکھے ہیں

مسلمان - حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی کا انتقال کس سنہ ہجری میں ہوا تھا ؟

مرزائیؒ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی شہر طائف میں ۶۸ھ میں فوت ہوئے تھے ۔

مسلمان - حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کس سنہ ہجری میں پیدا ہوئے اور کس سنہ میں اُن کا

انتقال ہوا ۔

مرزائیؒ - حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے تھے ۔ اور ۲۵۶ھ میں

اُن کی وفات ہوئی ۔

مسلمان - صحیح بخاری شریف میں اس روایت کی سند ہے ؟

مرزائیؒ - صحیح بخاری شریف میں تو کوئی سند نہیں ہے ۔

مسلمان - حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کی سند بیان کیجئے ؟

مرزائیؒ - کتاب عمدۃ القاری جلد ۸ کے صفحہ ۵۹۳ پر ہے ۔ حدیث رواہ ابن ابی حاتم عن ابیہ

حدیثنا ابو صالح حدیثنا معاویۃ عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباسؓ ۔ ر

دا کتاب عمل صفحہ اول ص ۲۲۳

مسلمان - کیا راوی علی بن ابی طلحۃ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی سے ملاقات کی ہے اور اُن کو دیکھا ہے ؟

مرزائیؒ - مجھے تو معلوم نہیں ۔

مسلمان۔ کتاب تہذیب التہذیب کی جلد ۷ کے صفحہ ۳۴ پر لکھا ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے تفسیر نہیں سنی ہے۔ اور اُس نے حضرت ابن عباس کو نہیں دیکھا ہے۔

مرزائی۔ تمام محدثین نے علی بن ابی طلحہ کو ثقہ کہا ہے۔

مسلمان۔ تمام محدثین نے اس کو ثقہ نہیں کہا ہے۔ بلکہ کتاب تہذیب التہذیب کی جلد ۷ کے

صفحہ ۳۳۹ و ۳۴۰ پر ہے: قال الميموني عن احمد له اشياء منكرات وهو من

اصل حمص وقال الاجري عن ابی داود وهو انشاء الله مستقيم الحديث ولكن

له راى سوء كان يوى السيف وقد رآه حجاج بن محمد وقال

النسائي ليس به باس وقال وحيم لم يسمع التفسير من ابن عباسؓ۔ وقال

يعقوب بن سفيان ضعيف الحديث منكر ليس محمود المذهب وقال في

موضح آخر شامى ليس هو بمذرك ولا هو حجة وذكره ابن حبان

في الشقاق وقال روى عن ابن عباسؓ لم يره۔

امام احمد نے ابو یحییٰ مولا سے ابن عقیل سے روایت کیا ہے۔ کہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنا نے فرمایا۔ اللہ مقرر قرآن کی ایک آیت مجھے معلوم ہے۔ کہ کبھی کسی شخص نے اُس کا مجھ سے

سوال نہیں کیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آیا لوگوں نے اُس کو جان لیا ہے۔ تو اس کو نہیں

پوچھا یا اُس کو ان کی خبر نہیں ہوئی کہ اُس کا سوال کریں۔ کہا پھر انہوں نے ہم سے حدیث کرنا

شروع کیا۔ پس جب وہ کھڑے ہو گئے۔ تو ہم نے ایک دوسرے کو ملامت کی اس پر کہ ہم نے اُن سے

اس کا نہیں پوچھا۔ پھر میں نے کہا کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ جبکہ وہ کل بد زواں کے آئیں گے۔

پھر جب کل بد زواں کے آئے تو میں نے عرض کیا۔ اے ابن عباسؓ۔ آپ نے کل یہ

ذکر فرمایا تھا۔ کہ قرآن کی ایک ایسی آیت ہے۔ کہ کبھی کسی شخص نے آپ سے اس کا سوال نہیں

کیا سو آپ نہیں جانتے۔ کہ آیا لوگوں نے اس کو جان لیا ہے۔ یا وہ اس کے واسطے ہوشیار

نہیں ہوئے۔ پس میں عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھے اس کی خبر دیں۔ اور ان آیتوں کی جو آپ نے اس

کے قبل پڑھیں۔ فرمایا۔ ہاں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا۔ اے

گروہ قریش۔ بیشک حال یہ ہے۔ کہ نہیں ہے کوئی جو کہ اللہ کے سوا پوجا جاتا ہے۔ کہ اس میں

خیر ہو۔ اور قریش اس بات کو جان چکے تھے کہ نصاریٰ عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو پوجتے ہیں اور اس شے کو جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کہتے ہیں۔ تو قریش بے رے اے محمد۔ کیا تو یہ زعم نہیں کرتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بنی تھے۔ اہد ایک بندہ نیک تھے۔ اللہ کے بندوں سے۔ پھر اگر تو سچا ہے تو اُن کے سبود ویسے ہوں گے۔ جیسے وہ کہتے ہیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولما ضرب ابن مریم آلیہ۔ میں نے عرض کیا۔ کو بیضہ دن کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا بیضیوں نے ہتھتے ہیں۔ واندہ لعلم للساعة فرمایا یہ بکنا ہے عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کا قبل روز قیامت کے

(مسند احمد جلد ۱ ص ۳۱۸ + تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱ ص ۶ + شکل الآثار جلد ۱ ص ۴۳ + مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۴۸۸ + تفسیر ابن جریر جلد ۲۵ ص ۴۹ + تفسیر ابن کثیر جلد ۹ ص ۱۴۴ + فتح البیان جلد ۸ ص ۳۱۲ + مواجب الرحمن جلد ۲۵ ص ۱۴۴ + تفسیر دمنثور جلد ۲ ص ۲۰ + دوسرا جواب ۱۔ حکیم ابوالخطا مرزا خدابخش صاحب قادیانی کی کتاب عمل مصطفیٰ (مطبوعہ ۱۳۳۱ھ مطبع وزیر مہد امت سر) کی جلد اول کے صفحہ ۲۵۲ پر ہے :-

”حیات القلوب برحاشیہ جلالین مع کمالین مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ۲۱ پر زیر آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعلک یوں لکھا ہے :-

”التوفی هو القبض وفی البخاری قال ابن عباسؓ متوفیک متیک ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعلک الآن وقال ابن اسحق توفی سبع ساعات ثم احياء الله ورافعه (ترجمہ) توفی کے معنی قبض کرنے کے ہیں۔ اور بخاری میں ابن عباسؓ سے متوفیک کے معنی ہیں میں تجھے مارنے والا ہوں۔ یعنی بعد نزول کے میں تجھے اپنے وقت پر ماروں گا۔ اور اس وقت اٹھا لوں گا۔ اور ابن اسحق نے کہا ہے۔ کہ سات سات مر گئے تھے۔ پھر اللہ نے انکو زندہ کر کے اٹھا لیا تھا۔

تیسرا جواب۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ تو نہیں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر کھینچا گیا تھا۔ یہ سچی نہیں فرمایا کہ مریم عیسیٰ سے اس کے زخموں کا علاج کیا گیا۔ یہ بھی نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گیا۔ اور اس کا ایک مثل پیدا ہو گا :- (باقی آئندہ)

آہ! لا محمود صاحبزادہ صاحب

مولانا اعظم مقتدا افضل و اکرم لا محمود صاحبزادہ صاحب (مرحوم تیرہ کے بے تاج بادشاہ)
بتاریخ ۷۱۔ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ رات کو ایک بجکر ۳ منٹ پر دمی اجل کو لبیک کہہ کر داغ مفارقت دیکھے۔
انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولانا کی وفات سے مسلمانوں کا ایک ایسا سرکردہ ہدایت کیلئے اُن سے جدا
کو لیا گیا ہے جو عوام کا خیر خواہ تھا اور جس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی بڑی نہ تھی۔ وہ اپنی زندگی
اور سب کچھ مسلمانوں کیلئے لٹا دینے کیلئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ مرحوم کے جنازہ میں وطن کے بڑے بڑے علماء
اور ہزار ہا لوگوں نے شرکت کر کے تمام اقوام کے اتفاق سے اُن کے صاحبزادے حاجی محمد سعید کو خلیفہ جانشین
مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ اولیٰ پسماندوں کو صبر جمیل کرامت فرمائے۔ آمین

قلعہ تاج پختہ وفات :- دربار رفت سوی دار عقبی ✦ نصیر المؤمنین ذی جاہ محمود

کریم الخلق نبیوع الفضائل ✦ جلیل القدر عالی جاہ محمود

بہوش ماسروش اور تاریخ ✦ عظیم الملک صاحبزادہ محمود

۱۱۸ ۹۸

سوانح حیات مرحوم کے مختصر
میں بی بی ہون کا
اشاعت آمیزہ

۱۸
(بقیہ آمدہ از صفحہ ۱۸) سے حزب الانصار کا یہ ناناں سالانہ جلسہ رفض و بدعت اور خصوصاً مشرقت کیلئے
پیام موت ثابت ہوا۔ اور یہ اجتماع اپنی ساحلِ نعمیت کی وجہ سے بھیرہ کی تاریخ میں متنازع حیثیت سے دیکھا جائیگا
آخر میں تمام برادرانِ اسلام و رضا کاران۔ امیر عساکر میکلا و میا نوالی سخت شکرِ رب کے مستحق ہیں جنہوں نے جلسہ کی رونق
بڑھانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ مولانا حاجی افتخار احمد صاحب بکوی حکیم عبد الحمید و حافظ غلام حسین کی
محنت نہایت قابلِ داد ہے۔ جنہوں نے اپنے آرام کو بلائے طاق رکھ کر اپنے آپ کو ان دونوں مہمانوں کی رہنمائی و طعام
وغیرہ کے لئے وقف کر دیا۔ خصوصاً مولانا عبد الرحمن صاحب میانوی کی شبانہ روز دوڑ و دھوپ جیسے انتظامات
میں حد درجہ محنت و محاذات ثابت ہوئی۔ نیز خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت امیر کو باطل کے مقابلہ پر بدنِ دونی
رات چوگنی ترقی نصیب ہو۔ اور ایندلا نیرال آپ کے ارادوں میں برکت ہے۔ اور چینِ اسلام کی آبیاری کرنے
والی سید رحیم ان کے شریکِ کار ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں کو آئندہ سال کے جلسہ میں تمام احباب
کا جمع ہونا دوبارہ دکھلاوے۔ آمین ✦

نسبت اس ضعیفہ کی شکایت بہت بجا تھی۔ اس کے کیا منے کہ آپ کا لشکری مارا جائے اور آپ کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور آپ اس کے قیمتی بچوں بیوہ عورت کی خبر گیری نہ کریں۔ بس ایسی واقعی شکایت پر اگر آپ تحمل سے کام لیں اور شاکی سے مواخذہ نہ فرمائیں تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، برخلاف حضرت فاروق کے کہ آپ کا کوئی قصور نہ تھا۔ ایک کنارے جنگل میں وہ بڑھیا پڑی تھی۔ عقلاً ایسے شخص سے ناواقف رہنا کوئی محل تعجب و انکار نہیں ہے۔ اس بے تقصیری پر بھی اس عورت نے آپ کو برا بھلا کہا۔ مگر سبحان اللہ کیسا علم اور کیا خوف خداوندی تھا۔ کہ خود ہی رونے لگے اور اٹنا اپنا ہی قصور سمجھا اور پھر مغذرت کے ساتھ کچھ دے دلا کہ اس کو راضی فرما کر چلے آئے مرنے والی اللہ تعالیٰ و ارحمہ و الی من والاہ و عادی من عاداہ

ابھی سیرۃ الفاروق میں ہے کہ آزادی اس درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔ کہ حضرت عمرؓ کے روبرو ان پر اعتراض کیا جاتا تھا۔ اور وہ بڑے تحمل کے ساتھ سننے اور داد دیتے تھے رانی (ولہ) ایک دفعہ غنیمت میں مینی چادریں آئیں۔ اور سب میں تقسیم ہوئیں حضرت عمرؓ اسی چادر کا پیرن بنوا کر اور پیرن کو خطبہ پڑھنے کو مہم پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ سنو اور مانو۔ یہ صدا پوری رفتار سے نہیں کر چکی تھی۔ کہ سامعین میں سے ایک بول اٹھا کہ نہ سنینگے اور نہ مانیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر کیوں۔ اس نے کہا کہ ایک چادر آپ کے حصہ میں آئی تھی۔ اس سے آپ کے بدن کا ۲۵ پیرن بن گیا۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جب تک تم تھامیں نے اپنی چادر میں سے دیا تھا۔ تب وہ شخص یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ ہاں اب سنینگے اور مانینگے۔ دیکھئے تحمل اس کو کہتے ہیں اور علم اس کا نام ہے۔ یہ بدیہی امر ہے کہ ایسے شخص کا اعتراض جب کو کسی نوع کا دعوے ہمہری و برابر ہی ہو نفس پر بہت شاق ہوتا ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ طلبہ عام ہو۔ اور اعتراض بھی کیسا جو نقطہ منہی علی التوہم جسکی کچھ اصل نہیں۔ بخلاف حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے کہ اولاً وہاں شکایت بجا تھی۔ کما مقرر۔ اور دوسرے ایک بڑھیا عورت کے ساتھ جسکی پیری خود تقضی شفقت و رحم تھی اور ارشاد نبویؐ من لہ فیضا جی زنا فلیس مننا مزید براں آپ ایسے موقع میں شفقت و عنایت سے راور وہ بھی بے پیسے کوڑی کی کام نہ لیتے جو آدمی کی طبعی بات ہے تو لوگ کیا کہتے اور شرعاً کیا نتیجہ نکلتا۔ غرض ان سب روایات کی اہل انصاف پر حضرت فاروق ہی کی افضلیت اظہر من الشمس ہے۔ مگر اہل عناد کو تو بھجر خسران و انکار کے اور کچھ نصیب نہیں، من لہ عجیل اللہ لاہ نودا خالہ من فورہ

قولہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ابتداءً از دواج سے اپنے تا آخر حضرت علیؓ کی کیسے مخالفت اور دشمنی جانی رہی۔ یہاں تک کہ خود میدان جنگ میں مقابلہ کو آئیں۔ مگر قربانِ حلم مولاؐ نے مؤمنین کے کہ حب حضرت عائشہؓ جگہ جمل میں گرفتار ہوئیں۔ تو حضرت نے ان کا اعزاز کیا۔ اور ان کو بغزت تمام مدینہ بھجوا دیا۔ تا رنج خلفائے کرام صفحہ ۲۵ **اقول** یہ بھی ابن سبائوں کا بہتان ہے، معاذ اللہ کہ ان حضرات میں کسی قسم کا بغض و عداوت حسد

وکیسہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے برکت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قلوب صافیہ مطہرہ کو اوصاف
خیشہ خسیمہ سے پاک و صاف کر رکھا تھا۔ جسکی وجہ سے رحماء مبینہم کے مغز خطاب سے مشرف کئے گئے
رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اگر عاز اللہ حضرت صدیقہ کو جناب امیر سے عداوت ہوتی تو پھر احادیث فضائل مرتضوی
کو کہا ہونی کتب الفرقین کیوں بیان فرمایا کرتیں۔ تاریخ سیوطی میں حضرت صدیقہ سے مروی ہے النظر
الیٰ وجد علی عبادۃ نیز اسی میں ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان علیا ذکرہا عندہا فقالت
اما انہ ان لم یمن لقی جائزۃ، شرح تجرید توحیدی مطبوعہ طہران کے حاشیہ پر صحائف سے منقول ہے، قالت
عائشہ کنت جالساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبل علی فقال ہذا سید الحرب
قال فقلت ابی وای المست سید الحرب قال انا سید العالمین وھو سید الحرب بلکہ حضرت
محلی با اعتراض صاحب صحیفۃ المتقین فرماتے ہیں کہ درامالی صدوق و مناقب از عطار روایت کردہ اند کہ او گفت
از عائشہ پرسیدم از علی گفت علی بہترین خلایق است و شک نے کند در و مگر کافرے انتی لم یقطر شتی الکلام
بس ایسے شخص کو جو آپ کے فضائل اس طرح بیان کرے آپ کا دشمن سمجھنا محض نالافتی ہے۔

اب نسائی شریف کی ایک حدیث کا ترجمہ شے حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات نے حضرت
فاطمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اور آپ ہمارے یہاں لیٹے ہوئے تھے حضرت فاطمہ
نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اجازت دی جب آئیں تو کہنے لگیں یا رسول اللہ آپ کی بیویوں نے
مجھے حضور میں بھیجا ہے، وہ آپ سے بنت ابوقحافہ (یعنی حضرت عائشہ) کے معاملہ میں عدل اور مساوات چاہتے
ہیں حضرت عائشہ کہتی ہیں اور میں چپ سن رہی تھی۔ آپ نے جواب دیا اسے بیٹی جسکو میں چاہتا ہوں کیا تم اسکو نہیں

حاشیہ ص ۳ اس سے بھی معلوم ہوا کہ قتال امام کفر نہیں اور نہ مقابلین جناب امیر قابل تو ہیں تھے۔ اس جنگ و جدال سے
ان کے ذاتی شرف میں سرفروزی نہ آیا۔ اب شیعوں کا حضرت صدیقہ و دیگر مقابلین جناب امیر پر لعن و تبرک کرنا خود اپنا
ایمان کھنا ہے۔ سبحان اللہ جناب امیر جن کا اعزاز کریں شیعیان علی ان کو ملعون ٹھیرائیں اس طرح کے کم خبت و بوج مخالفت مرتضوی
کیوں ملعون نہ ٹھیرینگے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو کہ امامت ثانی نبوت ہیں ۱۲ منہ ۱۵ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جاوے تاہم اس سے
خلافہ ثلثہ پر افضلیت نہیں ثابت ہوگی اپنے بزرگوں کے اغرہ و اقارب کو خواہ وہ کم ہی درجہ کے کیوں نہیں شخص ان کو بزرگ ہی سمجھتا
ہے اور اگر اس کو افضلیت مرتضوی پر تسلیم بھی کریں تاہم خلافت مرتضوی پر نص تو یقیناً نہیں کیونکہ امام کو افضل الخلق ہونا چاہیے حالانکہ
سید عالم کا لقب جناب رسول اللہ نے اپنی ہی ذات بابرکات کے لئے خاص رکھا۔

بیشک جناب امیر اپنے زمانہ خلافت میں افضل ترین امت تھے۔ اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

چاہتیں حضرت فاطمہ نے عرض کیا ضرورت آپ نے میری طوت اشارہ کر کے فرمایا اگر یہی بات ہے تو ان سے محبت رکھو، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تمہیں ہم سے محبت نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا ماں ضرور ہے۔ فرمایا ت عائشہؓ سے محبت رکھا کرو۔ یہ سنکر فاطمہ رنہ چپکے اٹھی چلی آئیں اور ازواج مطہرات سے سارا قصہ بیان کیا مگر وہ نہ مانیں اور کہنے لگیں تم نے تو ہمارا کچھ کام نہ کیا۔ پھر جاؤ اور وہی بات عرض کرو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا لا واللہ لا اکلہ فیہا اجدا یعنی ہرگز نہیں خدا کی قسم حضرت عائشہؓ کے بارے میں کبھی آپ سے نہ بولوں گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کا دوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست اور ان کا دشمن آپ کا دشمن ہے اور حضرت صدیقہ کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین محبت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور جناب صدیقہؓ کی عداوت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی بائیں ہمہ اگر کوئی معاذ اللہ ان مقدس حضرات کے مقدس اخلاق کو اپنے ناپاک خیالات پر جمبول کر کے حضرت صدیقہ کو جناب امیر کا دشمن قرار دے اور اس کے ثبوت میں واقعہ جنگ جمل کو پیش کرے تو اس عداوت کے الزام سے جناب امیر بھی مبرا نہیں ہو سکتے پھر حدیث فاطمی کے مطابق جو کچھ نتیجہ نکلے وہ جناب مرقضوی کے ذمہ لگا دو۔ اور جناب امیر کے ثبوت علم میں جنگ جمل کو پیش کرنا کمال فہم ہے۔ سبحان اللہ تیرہ ہزار کا خون پانی کی طرح بہ جائے اوس پر بھی علم مانقہ سے نہ جائے۔ اس معما کو اکابر اجماع ہی کچھ حل کر سکتے ہیں۔

اور جناب امیر کا حضرت صدیقہ کے ساتھ باوجود غلبہ کے حسن سلوک سے پیش آنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس جنگ و جلال و قتال پر ام المؤمنین و حرم محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جناب امیر کی بجائے مادر مشفقہ تھیں اتنی بھی رعایت نہ فرماتے تو عقلاً کیا سمجھے جاتے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت میں کیا منہ دکھاتے۔ کیا شیعوں کی ہی تمنا تھی کہ سبط رح واقعہ کربلا کے بعد یزیدوں نے فاہدان نبوت کے ساتھ کیا۔ واقعہ جمل کے بعد بھی روج محبوبہ حضرت سید الاولین و الاخرین کو معاذ اللہ وہی معاملات پیش آتے، وہ روج محبوبہ جنگی مزید خوشنودی و اظہار علوشان کے لئے حق سبحانہ اپنا کلام پاک ان کے گھر اور ان ہی کے نموت کے دنوں میں اکثر نازل فرمائے، جبریل امین جبیر سلام عرض کریں صحابہ کرام مزید خوشنودی رسول اللہ کی غرض سے خدمت نبوی میں تحفہ تحف باقصدا ان کے

۱۔ حدیث دعویٰ ذک فاطمہ رضی اللہ عنہا میں جو یہ لفظ ہے تھا کلمت حتی مانت، یعنی بعد طور لطلان دعویٰ پھر جناب صیہ کے بھی اس معاملہ میں گفتگو نہیں کی شیعہ کہہ کرتے ہیں کہ قصہ کے بارے کبھی نہ بولیں کیا یہاں بھی آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی قصہ پیدا ہوا تھا۔ ۱۲ منہ غفرلہ

تیار کیے دنوں میں بھیجا کریں۔ ان کے ساتھ ہی جنگ و جدال کون کم و خراش ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون
 کیا رسول اللہ کے حرم محترم کی حرمت سے بھی گئی گزری تھی۔ کہ موخر الذکر کا نوہ قیامت تک کیا جائے۔ بلکہ
 اچانک سنت یزیدی کی غرض سے اس کا سوا گنگ نکالا جائے۔ اور اول الذکر کے معاملہ میں گوئے اظہارِ رشاقت
 کیا جائے واللہ ہرگز نہ وہ کسی اور لئے مسلمان کا کام ہے اور نہ یہ اہل ایمان کا شیوہ اور حضرت صدیقہ کچھ لڑائی کی
 غرض سے نہیں نکلی تھیں۔ یہ تو بعد واسئے حج واپس تشریف لے آ رہی تھیں۔ بیچ میں حضرت عثمان کے خون کے وبال
 نے مسلمانوں کو اس فتنہ میں مبتلا کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون مزید تفصیل کا نہ یہاں موقع ہے اور نہ اسکی ضرورت،
 والنعیم ہاتیل ۷

ابن رافضیان قوم خارج بخمال
 بسند ز احوال شہیداں تمثال
 ابی فعل کہ تا حشر بروخت باد
 یک سال یزید کرد و این باہر سال

حلم افضل الامۃ واکمل الامۃ الذی سہی بالعقیق سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه وجہل مقعد صدق مشواہ

قطرہ سبعین حبادہ اس جرم پر قتل ہوئے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے لئے ووٹ نہیں دیا۔ کیا حلم کے یہی
 معنی ہیں کہ اگر ایک شخص اپنی رائے یقینی متعلق تقرری کسی خلیفہ کے نہ دے تو قتل کیا جائے اقول کیا مومن کا
 یہی شیوہ ہے کہ اپنے کسی چھوٹے دعوئے کے ثبوت کے لئے کذب و افتراء سے بھی احتراز نہ کیا جائے۔ بحیث
 عدل صدیقی میں تبصریات اکابر اہل سنت و شیعہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت سعد کا انتقال عہد فاروقی میں ہوا
 اور کسی نے ان کو قتل نہیں کیا تھا۔ قولہ بروز صلح حدیبیہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح
 چاہی تو شیخین نے مخالفت کی عروہ نے جناب رسول مقبول سے کہا کہ یہ چند اوباش جو آپ کے گرد ہیں ان کا آپکو
 خوب تجربہ ہو گا۔ کہ وقت پر کس قدر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ اس قدر برہم ہوئے۔ کہ عروہ کو گالیاں
 دینے لگے۔ مدارج النبوت رکن چہارم اقول گرچہ حضرت معترض کی دیانت ہر جگہ عیاں ہے۔ خیر مایں بھی دیکھ
 لیجئے۔ آئندہ اندر کہ روز صلح حدیبیہ صحابہ لغایت اندونہاک و مخزون گشتند۔ یکے بجز آئندہ و تصور الیشائہ
 بود کہ ہم دریں سال نتیجہ خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر گردد و فتح میسرے شود و مسلماناں بمسجد حرام درآمد
 نقل است از عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ گفت درآمد راں روز در دل من امر عظیم و مرا جعت کردم با حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہرگز مثل آں نہ کردہ بودم۔ و ز قتم بنزد رسول و گفت کہ آیا تو پیغمبر حق نیستی و فرمود بے ہستم۔

گفتم نہ ما بر حقیم و مخالفان ما بر باطل گفت بے گفتم پس چرا ما اس مذلت و حقارت کشیم و بایں طور صلح نموده باز گریم
آنحضرت فرمود اے سپر خطاب بدرستی کہ من فرستادہ خدا یم و بے فرمانی دے نئے کم و وے ناصر و معین من است
او امر اضائع نخواہد گذشت و از ین جا معلوم شد کہ این صلح بوی واقع شد نہ برائے و اجتہاد و عمر گفت رضی اللہ عنہ گفتم
یا رسول اللہ تو مارا وعدہ کردی کہ زود باشد کہ مکرہ رویم و طواف خانہ کعبہ بجا آریم فرمود آرسے کردم و لیکن نہ گفتم کہ اسال
اے عمر عمر مخور کہ تو بزیرایت کعبہ خواہی رسید و طواف خواہی کرد گفتم عمر پس ہمچنان خرین و اندوگین از پیش آنحضرت
برخواستیم و نزد ابوبکر صدیق رفتیم ہاں حکایت کہ بعض حضرت رسانیدہ بودم با دے نیز گفتم و ہاں جواب کہ آنحضرت
گفتہ بود از ابوبکر نیز شنیدم و این حکایت دلیل است بر کمال علم و وفور صدق و یقین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و متابعت
دار و بحیث ما صد - اللہ فی صدہی شیداً الا و صدیت فی صدہ ابی بکر رضی اللہ عنہ و در روایت
آنکہ صدیق اعبر گفتم اے مرد برو در رکاب اوزن بیج اعتراض کن کہ وے فرستادہ خدا است ہر چہ کند بوی کند
و مصلحت در اں باشد و خدا ناصر است و این قول عمر بر سبیل انکشاف و استفسار بود نہ بر سبیل شک و انکار -
حاشا و با وجودے گفت وے رضی اللہ عنہ عمرے است کہ از وسوسہ شیطان و کید نفس کہ در اں روز و خاطر من گذشتہ
بود استغفار میکنم و باعمال صالحہ از صوم و صلوٰۃ و اعناق و تصدقات تو سلے جویم تا کفارت آن جرات من گردد
انتہی، اب ذرا حضرت صدیق کے اس صدق و اخلاص اور کمال اتحاد کو دیکھئے کہ جو کچھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم نے فرمایا وہی بات بالہام غیبی حضرت صدیق کی زبان صدق ترجمان سے نکلی۔ اور اسکے ساتھ حضرت
معرض کی دریدہ دہنی کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس جہوت اور حیا کے ساتھ بقید صفحہ مدارج کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت
رسول مقبول نے صلح چاہی تو شیخین نے مخالفت کی، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

مخالفت کا حال تو معلوم ہو چکا اب عروہ کو گالی دینے کی کیفیت بھی سن لیجئے۔ سبحان اللہ جو بات حضرت
صدیق کی شجاعت کی بین دلیل تھی۔ اہل عناد کی نظروں میں وہ مذہوم ٹھیری ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ایسے وقت
میں کہ مسلمان و کبر صلح کر لینا چاہتے تھے۔ اور کفار نے حضور اقدس کو مغرور و متکبر و صحابہ کو وقت پر دھوکہ دینے والے
کہ دیا۔ حضرت صدیق رض کا کافروں کو اس سختی سے جواب دیدینا حضور لائق تحسین اور آپ کی دلیری کی دلیل ہے۔

اب مدارج النبوت کی عبارت ملاحظہ ہو۔ القصہ گفت عروہ قبریش سخنے کہ محمد با شما میگوید پندیدہ است و
مستحسن است و قبول آں لازم و اگر خنصت میدہد سیروم و بایں مرد سخنے میگویم تا بہ بنجم چہ میگوید و مصلحت چیست
پس عروہ بملازمت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل الخیات شتافت آنحضرت ہاں سخن کہ تا بدین گفتہ
بود گفتم اے محمد با من بگو کہ اگر استیصال قوم نمودنی چہ کار کردہ باشی۔ بچکیس پیش از تو کسے از عرب اصل خود
را ہلاک و منشاصل نہ کرد اندیدہ و با قوم خود ایں معاملہ پیش نہ بردہ کہ تو بری و اگر مغلوب اشیاں گشتی معلوم است کہ

کہ حال ہیچہ منوال خواہ شد و بدرستیکہ جماعت ابوابش و مردم اطراف گرد تو گشتہ جمع آمدند و چون روزگارے بگذر و ترا
تنہا بگذارد و بگزیند و این سخن از عروہ یا وہ و نامعقول و مبنی بر عرت و عادت اہل روزگار و ارباب دولت دنیاوی
و طالبان دنیاے خدا ریشل ملوک و بادشاہان و سلاطین کہ ظہور و غلبہ و سطوت بر اینائے خنس خوانند این سخن با
النیشاں باید گفت این جانبوت و رسالت و دعوت بحق و امر الہی و وحی آسمانی بہت این سخن چہ گنجائش دارد و ہنور
ظلمت کفر و رسم جاہلیت و انیکر حال عروہ بودہ است، ولہذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ دریں مجلس حاضر بود، چون
این سخن را از عروہ شنید تغلیط کرد و امانت رسانید اورا و بیان اورا۔ و این دشاہم کہ متعارف عوام عربست داد، و
گفت امحصص نظر اللات و مص حکیدین و نظر بہاموحدہ و طامحجر قطعہ از لحم کہ باقی مے ماند در فرج بعد
از خطنہ کردن و لات نام بہ مشہور کہ قریش و ثقیف مے پرستیدند اورا و عادت عرب آن بود کہ چون تغلیط در
دشنام کسے میکردند امحصص نظر نامک میگفتند، پس ابوبکر مبالغہ کرد و سب عروہ کہ لات را کہ معبود اوست بجائے
ام مے نہاد و حکم و مے نہاد و نسبت بظفر کرد و باو مے و باعث مر صدیق را رضی اللہ عنہ بریں تغلیط این سخنان عروہ
بود کہ بگیا نہ از عالم معرفت و دانائے است و نسبت غرور و تکبر با حضرت رسول و اسناد قرار و بیوفائی با صاحب مے
کرد و ولہذا گفت صدیق رضی اللہ عنہ احنی نفس عنہ و ذلعلہ اجامہا چون عروہ این سخن ابوبکر را شنید سر بر آورد
گفت این کیست کہ این چنین سخن میکنی، گفتند ابوبکر صدیق است رضی اللہ عنہ گفت اے ابوبکر آگاہ باش بخدا سوگند کہ
اگر نہ آن بودے کہ ترا برین حقے است و من مکافات آن نکردہ ام جواب تو میگفتم انتہی بقدر الضرورۃ،

فائدہ

واضح ہو کہ عروہ کا یہ کہنا کہ چند ابوابش آپ کے ساتھ اکٹھے ہو گئے ہیں اور آپ کو شکست ہوئی اور معاملہ دگرگوں
ہو گیا تو پھر ان میں سے ایک کا پتہ نہ ملے گا محض اس کی چالبازی و دھمکی تھی۔ کہ کہیں آپ ڈر کر اس کے دھوکے
میں آجائیں۔ اس لئے کبھی ملانے کی باتیں کرتا اور کبھی تفرق اصحاب کبار و علیہ السلام کا رنا بکارتے ڈرتا۔ حالانکہ خود وہ
جب قریش میں واپس گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کس درجہ اور جناب رسول اللہ پر ان کی فدایت کو سطح
بیان کرتا رہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے: و آدر وہ اند کہ عروہ بن مسعود دریں مجلس گوشہ چشم و اصحاب نے نکرست و ملاحظہ
احوال النیشاں مے نمود و در رعایت آداب و تعظیم و احترام النیشاں نسبت بحضرت رسالت میران بود و بعد از امر اجبت با
مشترکال گفت کہ اے معشر قریش من لصحبت ملوک و سلاطین و کبراء و عظماء بسیار رسیدہ ام و کسری و قیصر و نجاشی را
ملازمت کردہ و بچسکس از ملازمان بادشاہان را ندیدہ ام کہ اکرام و احترام بالنیشاں این چنین کنند و چون و مے سخن کند و
مے نگاہ تیز نہ کند و از غایت احترام و تجلیل و دروئے مبارک مے نگاہ نہ تواند کرد و چون وضو سازد بر سر آب وضو مناعت
کند۔ چنانکہ نزدیک است کہ گشتہ شوند۔ چون موئے از محاسن شریف و سر و مے بنفیدہ آن را تبرکے برگزید و بجزت

و تبرک آنرا نگاہ دارند و حالات کے کمٹا ہندہ نمودہ و معلوم کردہ بودہمہ را بتفصیل باز راند دیگر احوال اصحاب از شجاعت و مردانگی و یک جہتی و تحاب و توادیکہ بکیر بیان کرد کہ زیادہ بر آن تصور نباشد و گفت سجدہ سو گندش کرے دیدم کہ روتے از شمانہ گردانند تا جملہ کشتہ نشوند یا بر شما غالب آیند عروہ چوں عاقبت کار وے بر ایمان و مردے پختہ و کاروان و قدر شناس بود و اس قدر تعصب کہ دیگر مشرکوں را بودنداشت آنچہ دیدہ بود بحکم و انفع بیان کرد اما تعجب و تحیر او را نگاہداشت اصحاب ادب را خیال کہ بزرگان پادشاہان دارند بیکہ زیادہ بر ان نظر بظاہر روش اہل عالم بود و منور بے بدک معنی رسالت و قدر و مرتبہ اس نبرہ بود و اگر اس را دانستے جائے تعجب و تحیر نہ بودے انحر غرض یہ عبارت ہمارے دعا کی دلیل صریح اور حضرت معترض کے لئے موجب تفضیح ہے کما لا ینحی علی المستعفل المتدین الذکی وان خفی علی الجنی الخونی

اور کیا حضرت معترض اپنی ایسی غیرت و حمیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی سمجھتے ہیں کہ کوئی کافر خباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہ جائے اور صحابہ کرام کو برا بھلا کہہ کر آپ کو دھمکائے اور حضرت صدیق چپ رہ جائیں یہ غیرت والوں کا کام نہیں اور نہ ایسے موقع میں سکوت کرنا حکم کی دلیل ہے علاوہ اسکے حضرت صدیق تقیہ کے قائل نہ تھے کہ یوں بھی عروہ کی ہودہ کوئی پر صبر کر جاتے۔ ہاں جناب شیر خدا اگر با سیمہ شجاعت خاموش رہے تو کوئی محل تعجب نہیں جب خلفاء مثل مشہ کے زمانہ میں اتنی مدت دراز تک بقول روافض، ہر ایک طرح کی دینی و دنیوی بے ابروئیوں پر حضرات شیعہ سے حلیم کا معترض خطاب حاصل کرنے کے لئے ساکت و صامت بیٹھے رہے۔ تو اگر عروہ نے دو ایک بات آپ کو کہ دی اور یہ بھی عام طور پر۔ تو اتنی بات کیلئے آپ تقیہ کے ثواب عظیم کو کیوں ماتھ سے دینے لگے لا حول ولا قوۃ الا باللہ

حلم امیر المؤمنین سیدنا الفاروق بن الکذب الصدوق رضی اللہ عنہ

قولہ آپ کی سنگدلی تو مشہور ہے ایک مرتبہ قبل اسلام آپ نے ایک عورت مسلمہ لبنہ نام کو پکڑ لیا اور صرف بہ قصور اسلام اس کے اس کو ماننا شروع کیا جب مارتے مارتے تھک جاتے تب چھوڑ دیتے تھے انھیں اقوال واللہ ماتم فودہ ولو کراہ المنکرین شاید محض اتنا مال للبحر قدرت الہی سے "قبل اسلام" کا لفظ معترض کے قلم سے نکلا یا نہ ہو اور کیا عجب کہ جو لوگ معترض کی عادات مرضیہ سے واقف ہوں وہ اس لفظ کے لکھے جانے کو کرامت فاروقی پر محمول کریں اگر وہ اس لفظ کو فہم کئے ہوتا تو عوام کو فریب دہی کا زیادہ موقع ملتا کوئی اس شخص عقل سے پوچھے تو کہ حالت کفر کے افعال بھی قابل مواخذہ و محل اعتراض ہو سکتے ہیں اور جب بروایت صحیحہ فریقین الناس من الذنب لمن لا ذنب لہ ثابت ہو اور الاسلام لہدم ما کان قبلہ وارد تو ایمان کفر کے افعال پر اعتراض کرنا گویا درپردہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے روح ابن سبائی کو خوش کرنا ہے۔

قولہ آپ نے مکہ کے قیدیوں کی نسبت بھی رائے دی کہ یہ قتل کئے جائیں۔ اور اسی طرح جب آپ کی رائے ہوتی تھی تو قساوت اور ظلم کی طرف، دیکھو سیرۃ الفاروقؓ۔ **اقول** را حضرت صدیق اکبر نے جو ان قیدیوں کی رہائی کی نسبت رائے دی اور غایت رحمدلی سے کام لیا وہ کب حضرت شیعہ کے کلمات طیبات سے نیچے جو حضرت فاروق بصورت آخر بہت ملامت دشمنان دین نہ ہوتے (۲) اگرچہ ابن سیائوں نے بظاہر حضرت عمر کی مذمت کی اور ان کو ظالم کہا ہے مگر نے الحقیقت یہ طعن راجح بحضرت عادل حقیقی سجانہ و تواناے شانہ ہے کیونکہ ظلم سے راضی ہونے والا بھی ظالم ہی ہوتا ہے۔ اور جب خدا نے حضرت عمر کی رائے کو پسند فرمایا۔ اور قدیہ لینے پر ان آیات بنیات میں ما کان للنبی ان یکون له اسوی حتی یشخن فی الارض فوجدون عرض الدنیا واللہ یوجد الاخر واللہ عزیز حکیم۔ فلا کتاب من اللہ سبق لمسکہ فیما اخذتمہ عذاب عظیمہ عتاب نازل ہوا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر عذاب الہی نازل ہوتا تو عمرؓ اور فلان شخص کے سوا جس نے بھی قتل کی رائے دی تھی اور کوئی نہ بچتا را و کما قال، کما لا یخفی علی من له نظر فی کتب الحدیث تو پھر حضرت عمرؓ پر کیوں اعتراض ہے یاں یہ حدیث کتب فریقین میں موجود ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے قتل کی رائے دی اور حضرت صدیق نے فدیہ دیکر رما کر دینے کی تو آپ نے حضرت صدیق سے فرمایا۔ کہ تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے کہ انہوں نے فتن تبعی فانہ سنی ومن عصانی فانک غفور رحیم فرمایا اور حضرت فاروق سے فرمایا۔ کہ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی ہے کہ انہوں نے رب لا تدع علی الارض من الکافرین دیا را فرمایا تھا بچا بچہ یہ روایت تفصیل تمام عدل فاروقی کے بیان میں کتب امامیہ سے نقل ہو چکی ہیں۔ تو کیا حضرت شیعہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام کو بھی جو حضرت عمرؓ کے مشابہ ہیں اور وجہ تسمیہ تو مشابہ ہیں اعلیٰ و اظہر ہوتی ہے ظالم اور قسوی القلب کہ دینے کی حرمت کریں گے اور کریں تاہم ان سے لعین نہیں۔ کیونکہ یہ تو بہت سے بہت ایک مصیبت ہے جب اکابر شیعہ ولائے ابن بیت کی آڑ میں کفر و اصول کفر کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو متصف ماننے سے نہیں چو کے تو کبائر کی کیا حقیقت ہے۔ شیخ صدوق جو کہ صدوق الکذب کہنا بجائے خصال میں فرماتے ہیں عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اصول الکفر ثلاثۃ المحصر والاکستکیار والحسد فاما المحصر فادھر حین نہی عن الشجرۃ لاجلہ المحصر علی ان اکل منہا واما الاستکیار فابلیس حین امر بالسجود فالی، واما الحسد فابنا ادم حین قتل صاحبہ حسداً بہایت الرشید حضرت جعفر صادق کے قول سے معلوم ہو گیا۔ کہ کفر کے اصول تین ہیں، حرص، تکبر، حسد، حرص میں حضرت آدم علیہ السلام متلا ہوئے اور تکبر اور حسد میں ابلیس و قابیل پیچھے۔ اس روایت کے مطابق گویا حضرت آدم علیہ السلام و ابلیس علیہ اللعن اصول کفر میں مساوی نکلے، اور مساوات پر بھی علمائے شیعہ کب بس کر سکتے ہیں۔ عیون اخبار الرضا اور تفسیر صافی میں تحت آیہ کریمہ ولا تقربا هذا الشجرۃ امام رضا رضی اللہ عنہ وعن آباء الکرام سے روایت کرتے

ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو حق سبحانہ نے سجدہ ملائکہ و دخول جنت سے مشرف فرمایا تو اپنے جی میں کہنے لگے کہ خدا نے ہم سے بھی کوئی بشر افضل پیدا کیا ہے خدا تعالیٰ کو ان کے دل کی بات معلوم ہو گئی فوراً آواز آئی۔ آدم در اسر تو اٹھاؤ اور میرے عرش کا پایہ ملاحظہ کرو حضرت آدم نے سر اٹھا کر ساق عرش کو جو دیکھا۔ تو وہاں لکھا پایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المؤمنین ہیں اور ان کی زوجہ فاطمہ زنان عالم کی سزا ہیں اور جن حسین جو انان جنت کے سردار حضرت آدم نے عرض کیا اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ حکم ہوا یہ تیری اولاد ہیں مگر وہ تجھ سے اور میری تمامی مخلوقات سے بہتر ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی نہ پیدا کرتا۔ اور جنت و نار کو، اور نہ آسمان و زمین کو نہ بچتے رہو کہیں ان کی طرف حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا ورنہ تمہیں اپنے جوار سے نکال دوں گا مگر حضرت آدم سے نہ رہا گیا، انہوں نے حسد کی نظر سے بھی دیکھا اور ان کے مرتبہ کی بھی تنکا کی۔ اس پر خدا نے ان پر شیطان کو مسلط کر دیا حتیٰ کہ شجرہ ممنوعہ کا پھل کھالیا۔ اور جو ابھی شیطان مسلط ہو گیا۔ جسکی وجہ سے وہ فاطمہ کی طرف نظر حسد دیکھنے لگیں۔ اور جس طرح آدم نے کھایا تھا تو انے بھی کھالیا۔ اسکے بعد خدا نے دونوں کو جنت سے نکال دیا اور اپنے قرب سے دور کر کے زمین پر گرا دیا راز ہدایات الرشید

اب واضح ہو کہ پہلی روایت سے حسد تکبر حرص کا اصول کفر ہونا ثابت ہو چکا! اور یہ تینوں باتیں آدم علیہ السلام میں بحسب روایت ثانیہ موجود ہیں تکبر کی وجہ سے تمام لوگوں میں اپنے آپ کو افضل سمجھا حسد کر کے ان حضرات کی طرف دیکھا۔ حرص سے شجرہ ممنوعہ کو کھالیا۔ لیجئے شیطان تو اصولِ ثلاثہ سے ایک ہی میں مبتلا ہوا۔ اور آدم علیہ السلام معاذ اللہ تین کے تینوں میں گرفتار ہو گئے۔

پس جس مقدس مذہب میں نبی تک سے اصول کفر ثابت ہوں، بلکہ شیطان سے بھی دو حصہ زائد، ایسے مذہب والوں سے انبیاء علیہم السلام کی طرف کیا اثر و معاصی کو منسوب کرنا کیا بعید ہے، اعادنا اللہ من بغوات الزنادقہ

فائدہ جلیلہ

اس روایت سے ایک بڑی بات یہ معلوم ہوئی کہ غیر معصوم معصوم سے افضل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم پہلے بتوال مجلسی وغیرہ ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت فاطمہ معصوم نہیں۔ کیونکہ یا اصول شیعہ عصمت کو امامت لازم ہے اور حضرت سیدہ باجماع امامیہ امام نہیں۔ حالانکہ اس روایت سے حضرت سیدہ کا آدم علیہ السلام سے جو قطعاً معصوم ہیں افضل ہونا ثابت ہوا کہ امامت مفضول کی جائز ہے، حاصل یہ ہے کہ اگر حضرت علی رضی عنہ کی عصمت تسلیم کر لی جاوے تاہم حب روایت سابقہ خلفائے ثلاثہ سے ان کا افضل ہونا ضروری نہیں۔ اور نہ بر بنائے مفضولیت انکی خلافت کا عدم جواز لازمی۔

حلم افضل تختین سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ

قرآنِ حلیم بنابر حضرت عثمان کا تو اس سے ظاہر ہے کہ محمد بن ابوبکر سے آپ کو رنج تھا جب اظہار اس سے منطاب نہ کر سکے تو اس کو حاکم مصر کا مقرر کر کے ادھر روانہ کیا۔ اور اسی کے ساتھ ایک قاصد کی معرفت حاکم مصر کو لکھا کہ محمد بن ابی بکر جب وہاں پہنچے تو اس کو مار ڈالو۔ قصداً یہ خط خود محمد بن ابوبکر کو مل گیا پھر تو وہ ایسا برسم ہوا کہ خدا کی پناہ دیکھو تاریخ خلفائے کرام صفحہ ۲۸۲ پر حنیف اس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسے خط لکھنے سے انکار کیا، مگر کل قصہ پڑھنے سے تم خود سمجھ لو گے۔ کہ اصل واقعہ کیا تھا۔ اب میں تم سے پوچھتا ہوں، برائے خدا کہو کہ یہ چلن پولس حمیدار کا ہے یا نائب رسول کا۔ **اقول** اگر یہ اتنا نام رفیق حضرت خیر الامام علیہ السلام کی نسبت صحیح تھی تو تسلیم کیا جاوے تاہم حضرت شیعہ کے مفید مطلب نہیں کیونکہ تحقیقات سابقہ سے حضرت شیخین خصوصاً حضرت صدیق رضی اللہ عنہما کی برورت منقریات و انقض سے عقلاً و انصافاً ثابت ہو چکی ہے جسکی وجہ سے کسی قسم کی فضیلت مرفوضی جناب صدیق پر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اہل تہذیب کے نزدیک معاملہ برعکس ہے، اور جناب امیر کا خلیفہ ثنائی و ثالث سے افضل اور خلیفہ اول سے مفضل ہونا باجماع مرکب قطعاً باطل ہے (۲) جھوٹ بات کو جان بوجھ کر سچ کہنا اور غلط کو صحیح جھوٹ فرست ہے۔ اور شیعوں کے نزدیک جناب امیر عالم مانی الضمیر تھے پس جب آپ نے حضرت ذوالنورین کے جھوٹے انکار کو صحیح تسلیم کر لیا۔ تو آپ بھی اس فریب میں برابر کے شریک نکلے اور آپ کا تسلیم کر لینا خود تاریخ خلفائے کرام و نیز دیگر کتب معتبرہ سے ثابت ہے دیکھئے تذکرۃ الکرام جسکے حوالہ سے حضرت معترض نقل کرتے ہیں، اس کی عبارت یہ ہے: ”میں محمد بن ابی بکر غصبناک مدینہ کو واپس آئے اور اس پر فریب خط کو حضرت علی رضی اللہ عنہ وزیر برہ کو دکھلایا۔ اور وہ خلیفہ وقت کے پاس آئے۔ آپ نے اس خط کے علم سے انکار کیا۔ تب انہوں نے کہا کہ مروان کا فریب ہو گا۔ اس کو طلب کیجئے پس اگر حضرت عثمان کا وہ ٹھیر گئے تو جناب امیر بھی اس سے نہ بچینگے۔ غایت مافی الباب یہ ہو گا۔ کہ آپ جھوٹوں کے سبب اور کذب کے مصداق رہیں گے۔ مگر اہل فہم کے نزدیک یہ الزام کون کون ہے (۳) جب اصل حقیقت کو جاننا پورے واقعہ پر توفیق تھا پھر نقل کیوں نہ کیا۔ ہاں نقل کرنے سے آپکی بھی تحقیق کھل جاتی۔ اچھا اب ہم سے سنئے تاریخ سیدی میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن ابی السرح کو مصر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے وہاں کے لوگوں پر زیادتی شروع کیں۔ اہل مصر امیر المؤمنین کے پاس اسکے شاکی پہنچے تو آپ نے اس کو ایک تہدید کی حکمنامہ لکھا۔ اور اس میں اس پر سخت سزائش فرمائی۔ اس پر بھی وہ اپنی شرارت سے باز نہ آیا۔ اور اٹھا حکمنامہ لیجانے والے کو مروا ڈالا تب سات سنو مصری مدینہ طیبہ آئے۔ اور مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں مقیم ہوئے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ابن ابی السرح کی شکایت پیش کی۔ اس کا صحابہ کو بھی خلاف ہوا اور سختی کے ساتھ امیر المؤمنین سے اس عامل کی شکایت کی گئی حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مصری کوئی دوسرا عامل چاہتے ہیں آپ ابن ابی السرح کو مقرر کر کے ان کا فیصلہ کر دیجئے تب امیر المومنین نے مصریوں سے فرمایا۔ کہ تم ہی جس شخص کو پسند کرو ہم اسی کو مصر پر متعین کر دیں ان لوگوں نے محمد بن ابی بکر الصدیق کو پسند کیا۔ آپ نے ان کو مصر کا حاکم تسلیم کر کے فرمان خلافت لکھوایا۔ جب وہ چلے تو چند صحابہ بھی ان کے ساتھ ہوئے ابھی لوگ راہ ہی میں تھے کہ ایک ناقہ سوار ملا۔ اور اس کے پاس سے ایک خط نکلا جو ابن ابی السرح سابق عامل مصر کے نام امیر المومنین کی طرف سے تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔ کہ یہ لوگ جاتے ہیں۔ ان سب کو قتل کر ڈالنا۔ اور اپنے کام پر ثابت رہنا۔ اس مضمون سے لوگ بہت گھبرائے اور مدینہ واپس چلے آئے وہاں پہنچ کر حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، علیؓ، سعدؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور وہ خط دکھلایا۔ اس کو دیکھ کر سب کی ایک عجیب حالت ہو گئی اور سب کے سب اٹھ اٹھ کر اپنے اپنے گھر کو چلے گئے۔ ادھر مصریوں نے حضرت افضل، اختنیں، سیدنا ذی النورین کا محاصرہ کر لیا۔ اور محمد بن ابی بکر نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو براہیگختہ کرنا شروع کیا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ حالت دیکھی تو حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ و عمارؓ ایک جماعت اصحاب بدر کو بلوایا اور ان حضرات کے ساتھ اس غلام کو اور خط اور اونٹ کو لے کر اپنے امیر المومنین کی خدمت میں گئے اور آپ سے دریافت کیا کہ یہ غلام آپ کا ہے فرمایا ہاں، پھر پوچھا اونٹ آپ کا ہے فرمایا ہاں، پھر پوچھا آپ نے یہ خط لکھا تھا فرمایا نہیں اور ہم کھا کر فرمایا۔ کہ نہ ہم نے حکم دیا اور نہ ہمیں اسکی کچھ خبر تھی حضرت علیؓ نے پوچھا ہر آپ کی ہے فرمایا ہاں۔ اسپر جناب امیر نے فرمایا۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کا غلام آپ کے اونٹ پر آپ کا خط لے کر جائے اور آپ کو خبر نہ ہو۔ امیر المومنین نے قسم کھائی۔ کہ نہ ہم نے خط لکھا اور نہ لکھنے کا حکم دیا۔ اور نہ اس غلام کو مصر کی طرف بھیجا۔ آخر لوگوں نے پہچان لیا کہ یہ خط مروان کا ہے اس کے بعد ان کی خواہش ہوئی۔ کہ مروان ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ مگر امیر المومنین نے اس سے انکار کیا اسوجہ سے لوگ غصہ ہو کر اٹھ آئے اور گھر گھر چلے گئے اور سب کچھ کہ حضرت عثمانؓ نے قسم تو جھوٹی نہیں کھائی ہے مگر اور لوگوں کا کینہ و غصہ کم نہ ہوا۔ اور کہنے لگے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ مروان کو جب تک ہمارے حوالہ نہ کریں گے ہم ان کا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ مگر حضرت ذوالنورین نے اس خوف سے کہ لوگ

۳۵
مصری

۱۔ اگرچہ جناب امیر نے سرری طور پر مروان سے استدلال کر کے اعتراض کیا مگر نہ تحقیقت یہ امر قابل اعتراض نہیں ہے۔ جو کہ کسی کا اعتباری ہوتا ہے مگر اس کے حوالے کی ہی جاتی ہے۔ ماتحت ملازم اپنے مافوق کے احکام کے تابع ہوا ہی کرتے ہیں۔ پس اگر مروان نے بلا اجازت اگر مہر کر دیا اور آپ کے اونٹ پر آپ کے غلام کے ہاتھ آپ کی طرف سے اس خط کو بھیج دیا۔ تو انصافاً امیر المومنین پر کیا اعتراض ہے مگر اپنے اعتباری شخص کے حوالہ کر دینا شرعاً قابل الزام نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مہر شریعت اپنے بعض منشیوں کے حوالہ کر رکھی تھی۔ ذہن ۱۱ فی الاصابہ ۱۲ ولایت حسین عفر۔

مروان کو فوراً مار ڈالینگے ان کے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ ادھر کم بخت مصرلوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ نہیں چھوڑا اور پانی وغیرہ کا جانا بند کر دیا۔ آپ نے کھڑکی سے جھانک کر ان بے ایمانوں سے پوچھا کہ تم میں علی ہیں کہا نہیں پھر پوچھا سعد بن ابی وقاص ہیں کہا نہیں۔ پھر آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا۔ کہ کوئی یہاں ہے کہ حضرت علی کو خبر کر آئے تاکہ وہ سیکر یہاں پانی بھیجیں۔ آخر یہ خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ آپ نے تین مشک پانی روانہ کیا۔ اور بڑی وقتوں سے کہ چند موالی بنی ہاشم و بنی امیہ زخمی ہو گئے تب پانی پہنچے پایا پھر حضرت امیر کو یہ خبر ملی۔ کہ خبیث بلوائی حضرت عثمان کو شہید کر ڈالنا چاہتے ہیں آپ یہ سن کر فرمانے لگے کہ ہم تو فقط مروان کو مانگتے تھے حضرت عثمان کا مقتول ہونا ہم سرگرم نہیں چاہتے اور حضرات حسنین کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنی اپنی تلوار لے جاؤ اور امیر المؤمنین کے دروازہ پر کھڑے نگرانی کرو۔ ہر گز کسی خبیث کو اندر جانے نہ دو۔ اسی طرح حضرت طلحہ و زبیر و اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے صاحبزادوں کو خلیفہ برحق کی حفاظت کے لئے متعین کیا اور ان کو تاکید کی کہ کوئی بلوائی اندر جانے نہ پائے۔ ہاں امیر المؤمنین سے کہو کہ مروان کو حوالہ کر دیں۔ ادھر بلوائیوں نے تیر بھینکے شروع کر دیے حتیٰ کہ امام حسن رضی اللہ عنہ دروازہ پر زخمی ہو کر خون میں رنگے ہی حال محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہما کا ہوا حضرت قنبر خادم جناب امیر کا سر بھوٹا۔ غرض محمد بن ابی بکر نے جب یہ ہنگامہ دیکھا۔ تو وہ ڈرے کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی ہاشم حضرت حسنین کی یہ حالت دیکھ کر دوسرا فتنہ کھڑا کر دیں۔ پھر مہملہ و گرگوں ہو جائے۔ آخر اس لئے دو شخصوں کا نام لکھا۔ کہ تم میرے ساتھ تلوار دروازے سے تو گز نہ بنیں، دیوار پر کسی طرح چڑھ کر چپ چاپ کام تمام کر آئیں۔ آخر محمد بن ابی بکر اور وہ دونوں خبیث ایک انصاری کے گھر میں گھس کر دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان تک پہنچ گئے گھروالوں کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ لوگ چھپتے پر تھے اور حضرت ذی النورین کے پاس ان کی بیوی کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ محمد بن ابی بکر نے ان ملاعین سے کہا کہ تم ہمیں کھڑے ہم اندر جاتے ہیں جب ان کو قبضہ میں کرینگے اس وقت تم آکر کام تمام کر دینا۔ آخر وہ اندر آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن شریف سامنے کھولے پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے آپ کی دائرھی پکڑ لی آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر ابو بکر تیری یہ حالت دیکھتے تو انہیں بہت ہی برا معلوم ہوتا یہ سنتے ہی محمد بن ابی بکر کا ماتھ بھرا گیا۔ مگر وہ دو ملاعین گھر میں گھس پڑے اور اس شخص کو جو بقول جناب امیر فرشتوں میں بھی یہ لقب ذوالنورین ماحرز تھا شہید کر ڈالا اذلالہ و اذلا الیہ راجعون۔ اور پھر اسی رستے وہ سب بھاگ گئے۔ اس کے بعد زبیر امیر المؤمنین نے اوپر والوں کو خبر کی وہ جواب دے تو امیر المؤمنین کو ندبورچ پایا یہ خبر وحشت اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ زبیر سحر رضی اللہ عنہم اور سارے اہل مدینہ کو پہنچی وہ لوگ مدہوش ہوئے آئے وہاں پہنچ کر امیر المؤمنین کو مقتول دیکھا۔ تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادوں سے فرمایا۔ کہ تم دروازہ پر کھڑے ہو پھر امیر المؤمنین مقتول کیسے ہو گئے اور ایک طمانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے اور ایک امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ میں لگایا۔ اور محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر کو رجوع ہاں حفاظت کیلئے متعین تھے برا اٹھلا کہا۔ اور نہایت غصہ کی حالت میں گھر کو تشریف لائے ادھر لوگ دوڑتے ہوئے خدمت مرفوضی میں پہنچے

کہ آئیے آپ سے بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے اہل بدجو کو پندرہ گئے وہی خلیفہ ہوگا آخر تمام اصحاب بدر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب آپ سے زائد کوئی مستحق خلافت ہمارے نزدیک نہیں ہے انرضی تلامی اہل بدر رضی اللہ عنہم نے آپ سے بیعت کی۔

روایت ہے کہ جسے حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اس کا نام ہمارا تھا۔ فی الحقیقت وہ کم خبت اصل

من الحمراء اور اسم باسمی نکلا خذ لہ اللہ وسود وجہہ و وجو لا من رضی عن خبثہ

اور ایک روایت ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بروقت محاصرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ امام عالم ہیں اور آپ پر یہ بلوہ ہو رہا ہے۔ اس وقت میں مشورہ دیتا ہوں۔ حبکو چاہے قبول فرمائے، یا تو آپ مکان سے نکلیں۔ اور ان اخوان الشیاطین سے مقاتلہ کریں۔ اور آپ کے پاس سامان اور قوت بہت کچھ ہے اور بیشک آپ حق پر ہیں اور یہ باطل پر یا ہم ایک دوسرا دروازہ مکان میں بنا دیتے ہیں اسی طرف سے نکل کر مکہ معظمہ چلے جائیے وہاں یہ شیاطین روجہ علیہ خاندان بنی امیہ آپ کا کچھ نہیں کر سکتے اور یا شام کو تشریف لے جائیں وہ اہل شام ہیں اور وہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں مگر آپ نے جواب دیا کہ ہم نکل کر مقاتلہ نہیں کر سکتے اور ب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں قتل و قتال کی بنائیں ڈالنی چاہتے اور

۲۷ مکہ بھی نہیں جائینگے کیونکہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک قریشی مکہ میں الحاد کرے گا۔ جیسر تمام عالم کا لضعف عذاب ہوگا۔ سوہم سے یہ کام سرگز نہیں ہو سکتا۔ اور شام کو جانے کی نسبت جو تم نے کہا سوہم اپنے دارالہجرت اور مجاورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ اور حاکم نے بروایت صحیفہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بروز جمل فرمایا کرتے تھے، اے اللہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہوں اور بروز قتل عثمان میرے ہوش و حواس جاتے رہے تھے اور میں اپنے نفس کو نہ سمجھ رہا تھا۔ اور جب لوگ بغرض بیعت میرے پاس آئے۔ تو میں نے جواب دیا خدا کی قسم مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ قاتلین عثمان میری بیعت کریں اور میں خدا سے شر مارا ہوں کہ حضرت عثمان اب تک دفن نہیں ہوئے اور لوگ میری بیعت کریں۔ اس پر وہ پھر گئے پھر جب اہل بدر وغیرہ نے آ کر بیعت کی اس قدر عاکی تو میں نے کہا کہ جس چیز کی طرف میں مقدم کیا جاتا ہوں اسی سے مجھے خوف ہے مگر جب رسب کی رائے ٹھہر گئی تو ہم نے بیعت لی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ بنی امیہ تو سمجھتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو قتل کر لیا ہے حالانکہ مجھض غلط ہے قسم ہے اس ذات کی جسکے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ نہ ہم نے قتل کیا اور نہ ہی ان کے مقتول ہونے سے راضی ہوں۔ انتہی مافی تاریخ السیوطی۔ ان کے علاوہ اور روایات بھی تاریخ سیوطی میں ہیں و فیما ذکما فلا کفایہ لاهل الدیانة والدراہۃ۔

اب ان روایات سے جو باتیں علوم دینی تنبیہ لاء غلبا ان کی تصریح ضروری ہے (۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

نے اپنی طرف سے محمد بن ابی بکر کو عامل نہ بنایا تھا۔ بلکہ وہ مصریوں کے انتخاب پر عامل بنائے گئے تھے (۲) حضرت عثمان کو محمد بن ابی بکر سے کوئی عداوت نہ تھی۔ جیسا کہ اشتیاق نے سمجھ رکھا ہے۔ اس لئے کہ اگر بدلہ ہی لینا تھا تو کسی اور جیلہ سے بدلہ لئے ہوتے جس میں کسی کو پتہ نہ لگتا اس سنگٹامہ وغیرہ پر ایسا جیلہ کرنا جس میں لوگوں کو اشتباہ و اتہام کا موقع ملے کیا ضرور تھا۔ اور اگر عداوت تھی تو محمد بن ابی بکر سے اور دوسرے صحابہ سے کیا عداوت تھی کہ ان کے قتل کو لکھ دیا علاوہ اس کے محمد بن ابی بکر نے بغض و عداوت کا الزام کبھی نہیں لگایا۔ اور نہ جناب امیر و دیگر صحابہ نے اور دلائل کے ساتھ بغض و عداوت کو حضرت عثمان کے سامنے پیش کیا کہ عداوت سابقہ کی وجہ سے خواہ مخواہ آپ ہی محمد بن ابی بکر کے قتل کے لئے خط لکھا ہے ومن ادعی فحلیہ البیان باقامۃ البوہان

(۳) وہ سب فریب و دغا بازی مروان کی تھی جس کو اولیاء الشیطن سیدنا عثمانؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(۴) حضرت علیؓ کو م اللہ وجہ کو امام المسلمین سیدنا ذی النورین سے کمال محبت تھی کہ آپ کی حفاظت کے لئے اپنے پیارے صاحبزادوں کو اتنے بڑے فساد و خطرہ کے موقع میں بھیجا اور بڑی دشواریوں سے آپ کے یہاں پانی بھجوایا اور باوجودیکہ حضرت حسن حفاظت امیر المؤمنین کے پیچھے لوگوں کے ہاتھوں زخمی بھی ہوئے پھر بھی جناب امیر نے قتل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد شدت رنج و غم میں تفصیری الحفاظت کے الزام میں ان ہی کو مارا اگر ان سب افعال کو بھی جنہیں ہر ایک ادنیٰ عقل والاحسب والافت ہی پر محمول کرے گا۔ اگر کوئی احمق بے دین جناب مرقضوی کے نفاق و تشبیہ پر حمل کرنے لگے اور حضرت شیر خدا کو سہ برعکس زند نام زنگی کا فوراً محاذ اللہ مصداق بنائے۔ کہ ایسے غلبہ و قدرت کے موقع میں بھی آپ کے جی سے خوف نہ گیا اور ڈر سے وہی منافقانہ برتاؤ کرتے رہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔

(۵) جناب امیر و دیگر صحابہ کے نزدیک حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ متمم بالکذب نہ تھے (۶) ان بولایوں کی جناب امیر کے نزدیک کوئی وقعت نہ تھی بلکہ آپ کی نظروں میں بالکل ذلیل و خوار تھے۔ اور نہ آپ نے ان ظالموں کو اس قابل سمجھا۔ کہ ان کی بیعت کر لینے سے آپ کی خلافت منعقد ہو جاتی (۷) اعتقاد خلافت اہل بدر ایسے اصحاب کیا کی رائے پر یقین تھا جس شخص کو وہ خلیفہ تسلیم کر لیں وہی خلیفہ ہے (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ تو جناب امیر کے لئے نص خلافت تھی اور نہ اعتقاد امامت کے واسطے اسکی کچھ ضرورت کا دعویٰ امامیہ بلکہ جسکو اکثر حل و عقد تسلیم کر لیں وہی امام برحق ہے اور اس کا مخالف باغی مطلق (۹) اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے کوئی عداوت نہ تھی۔ اور نہ وہ حضرات آپ کے فضل و مناقب و کمال مراتب کے منکر تھے کما تفوض الیہ الخافض ورنہ ان کو آپ کی بیعت کرنے اور آپ کے فضائل جلیلہ کو اس طرح بیان کرنے کی رک اب آپ ہی اولیٰ بالمخالف ہیں آپسے رائے کوئی نہیں کیا حاجت تھی اور اگر جناب امیر کے لئے نص ہوتی تو آپ صاف فرما دیتے کہ کیوں جھوٹ بولتے ہو اس وقت اولیٰ باخلاف ہونے کے کیا معنی کیا تم غیظ و کرم کی حدیث جہاں خلافت کی گپڑی ہمارے سر پر تڑپی گئی تھی۔ اتنا جلد بھول گئے

مگر خلفائے ثلاثہ نے میرا حق چھین لیا۔ اور تم لوگ بھی بطبع دنیا یا میری عداوت کی وجہ سے ان ہی غاصبوں کے ساتھ ہو گئے جاؤ متہارے ایسے منافقوں کی معیت کی ہیں کوئی ضرورت نہیں۔

مگر غیاب امیر نے یہ سب کچھ نہ فرمایا بلکہ اٹا خلافت مخصوصہ کو لینا آپ کو بروایت شیعہ جائز نہ تھا۔ آنکھ بند کر کے قبول فرمایا (۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غیاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال الفت تھی۔ اور امت کی خیر خواہی بھی حد کمال کو پہنچی ہوئی۔ کہ آپ نے اپنی جان کی سلامتی پر مجاورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی اور امت کی خیر خواہی میں اپنی جان گنوائی اور اب اس ہمہ قوت مدافعت و سامان جنگ اگرچہ آپ حق پر تھے اور مخالفین باطل پر فقط اس خیال سے کہ مسلمانوں میں خونریزی نہ ہو باغیوں کو مقابلہ نہ فرمایا حالانکہ وہ کجخت باغی ایسے ہی مسلمان تھے جنکو حدیث نبوی میں منافق فرمایا گیا تھا۔ مگر محبت کی شان ہی اور ہے۔ مسلمان کوئے لیلے پر محبوبوں کیوں والد و شید ا تھا۔ آخر وہ کم محبت بھی اپنے کو رسول اللہ کی امت اور اسلام کا نام لیوا تو سمجھتے تھے۔ پھر حضرت عثمان ایسے عاشق رسول اللہ کو کب حرات ہو سکتی تھی کہ نام کے مسلمانوں کی بھی خونریزی کریں۔ اور اسلام کے نام پر اپنی جان قربان نہ کریں۔ حوالہ اللہ عنا و عن جمیع المسلمین خیار الخیراء

۳۹

عاشقانہ عجب فرقہ آزار پسند تیغ بر سر رود و سر ز محبت نکشند

حق تو یہ ہے کہ حضرت مایل صلی اللہ علیہ وسلم و علی بن ابی طالب کے بعد آنحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کوئی یہ کہنے والا پیدا نہیں ہوا مآذیبا سطریدی الیک لا قتلاک غرض اسی سے آپ کا کمال صبر و تحمل بھی اہل انصاف پر بخوبی ثابت ہو گیا ہوگا۔ مگر متعز کو غشاوہ تعصب و عناد نے ایسا کر باطن بنا دیا ہے کہ اس کو بالکل اٹا نظر نہ لگا اور اسی قصہ سے آپ کا عدم تحمل ثابت کرنے بیٹھ گیا صدق اللہ سبحانہ لا تعصی الا بصار و لکن تعصی القلوب التي فی الصدور کسی نے کیا خوب کہا ہے

واخوان الحد اولا لا یسروا صالحو الا ویلزمہ جکذاب اشواء

ہاں اگر کوئی منصف حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے معاملات میں تقابل کرے اور یہ بات بخور دیکھے کہ حضرت عثمان کے باغی اگرچہ عوام کا لانعام تھے اور اصحاب رسول اللہ میں سے محمد اللہ کوئی شخص ان کا شریک نہ تھا اور پھر آپ نے ان باغیوں کے ساتھ کس خیال سے اور کیا معاملہ برتا۔ اور غیاب امیر نے اپنے باغیوں کے شامل اگرچہ وہ اکابر

۱۔ چنانچہ شیعہ اہل سنت کے اس اعتراض کا کہ اگر مذکور حضرت نہر کا حق تھا۔ تو غیاب امیر نے اپنی خلافت میں اولاد فاطمہ کے حوالہ کیوں نہ کر دیا۔ یہی جواب دیتے ہیں کہ حقوق مخصوصہ کا لینا اہل سنت کو حرام ہے اس لئے نہ دیا۔ چنانچہ سفینۃ النجاة علی رضا شیرازی و تصنیفات مجلسی میں منصوص ائمہ موجود ہے۔ ۱۷ منہ غفر اللہ

صحابہ اور قبول صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم بشیرین باحبتہ تھے۔ کس قسم کا بڑا نوکریا۔ اس وقت دونوں حضرات کے صبر و تحمل کا کامل اندازہ ہو سکتا ہے۔ درغول بیابانی کی طرح فضول شور و غوغا سے بجز اپنی رو سیاہی و دین و ایمان کی تباہی کے دوسرا کوئی فائدہ نہیں را (۱۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلین عثمان و قتل خلیفہ مظلوم سے ہرگز راضی نہ تھے بلکہ مخالفان جناب امیر کا یہ محض اتہام تھا۔ جس میں عداوت حضرت ذی النورین کی شامت سے حضرات شیعہ بھی ان ہی نواصب کے شریک حال ہو رہے ہیں اور اس کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں۔ شیعہ

الجبھائے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا
(۱۲) خلفائے ثلاثہ کی خلاف رائدہ برحق تھی کیونکہ جن لوگوں کی سمیت کر لینے سے جناب امیر خلیفہ برحق ٹھہرے ان ہی حضرات نے خلفائے ثلاثہ کی بھی سمیت کی تھی۔

اے حضرات شیعہ ان فوائد کو جو مجددائے مہمومین میں خوب نظر انصاف دیکھو اور خدا سے ڈر کر اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کرو۔ اور روایات زنا و فحش کے سمجھے اپنا ایمان نہ کھو بیٹھو واللہ الہمادی قولہ سچی بات بھی جو آپ کی شان کے خلاف کہی جاتی او سپر آپ کو غصہ ہوتا تھا اخ قول محض دروغ بے فروغ ہے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی نسبت جو تہتان لگایا گیا ہے اس کا جواب بحث عد عثمانی میں لکڑ چکا۔ مزید تحقیق کیلئے حضرت عمار کا قصہ تحفہ وغیرہ میں کیو

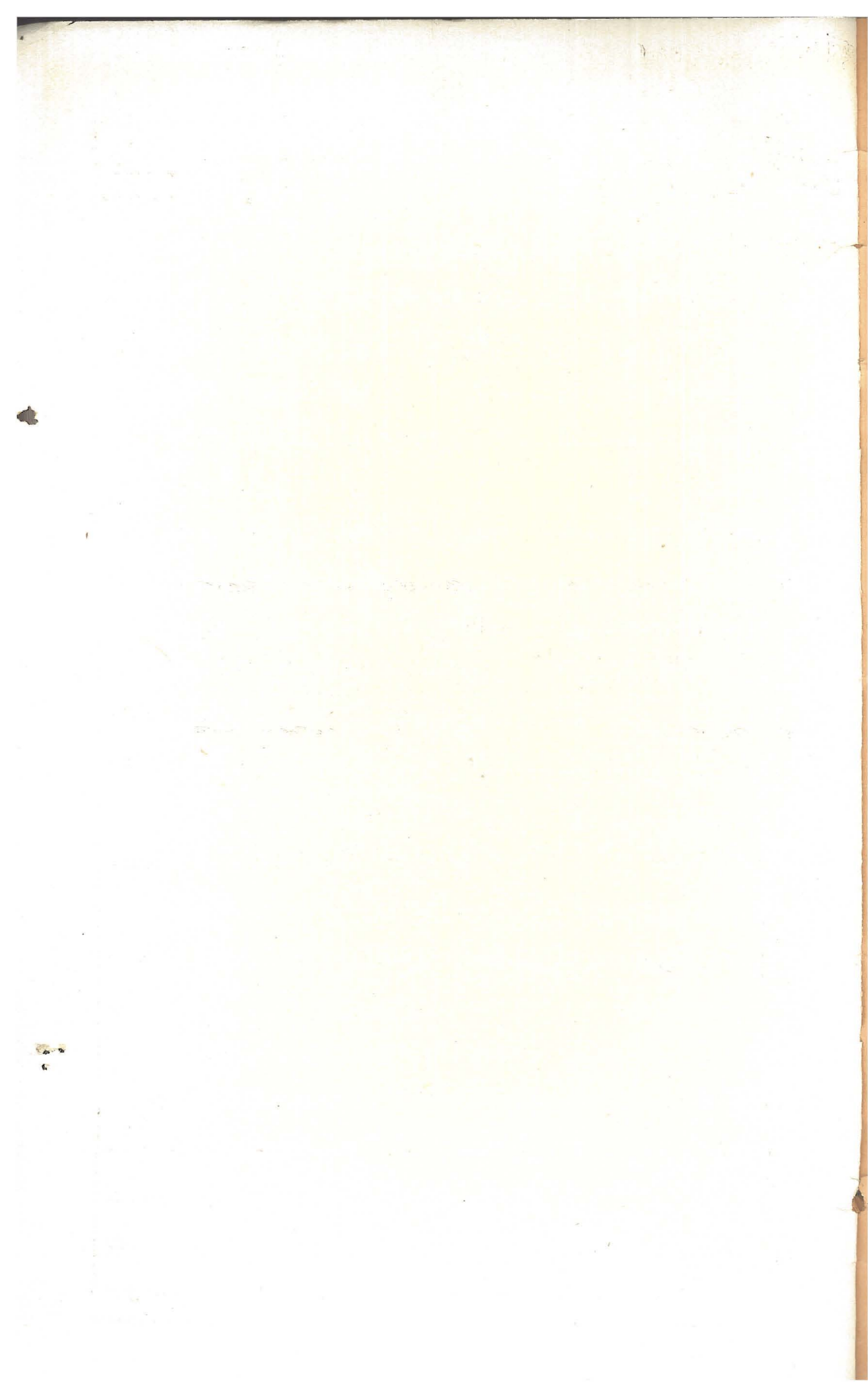
بحث خیر خواہی اُمت

ذکر امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ و رضی عنہ

حق اہل ماہر ان تفسیر و تاریخ پر مخفی نہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام مع اہل عیال و اطفال فاقہ کش رہے لیکن یتیم و مسکین و اسیر کو سیر کرتے رہے قول اللہ سے معلوم ہوتا ہے آپ بھی پانچویں سواروں میں ہیں۔ اور تفسیر و تاریخ کے بڑے ماہر اور میاں کو اپنے گھر کی خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے

تو بر اور ج فلک چہ دانی چسیت چوں ندانی کہ در سرانے تو کیست
بر کیف اولایہ جاننا چاہئے کہ شیعہ آیتہ کریمہ و لطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیمنا و اسیرنا

لے آپ کی اس تعریف کے قربان جائیے۔ کہ تو شرعاً اہل و عیال کا نفقہ مقدم اور آپ پر لازم تھا۔ یا فقراء کو دینا نفل کے پیچھے فرض کو ترک کرنا کیا اہل علم و عقل کا کام ہے۔ فرمائیے تو چھوٹے چھوٹے بچے کس جرم میں دین تک بھوکے رکھے گئے اس کا وبال کسے سر ہوگا۔ انیسویں اہل بیت کی بدخواہی سے آپ بھی نہ بچے ۱۲ منہ غمرا



Regd. No. L. 2650.

April, 1939.

Printed at the Manohar Press, Sargodha by M Zahur Ahamad Bugwi,
Editor & Printer and Published by him from the Office of
"Shams-ul-Islam", Bhera.

2